8/16

ہفت روزہ

خدام الدین لاہور

بیادگار

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ

شیرانوالہ دروازہ لاہور

۲۴ اگست ۱۹۶۲ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین © لاہور

احادیثِ رسول ﷺ

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا وَّ عَنْ جَنْبَتَیِ الصِّرَاطِ سُوْرَانِ فِیْہِمَا اَبْوَابٌ مُّفَتَّحَۃٌ وَّ عَلَی الْاَبْوَابِ سُتُوْرٌ مُّرْخَاۃٌ وَّ عِنْدَ رَأْسِ الصِّرَاطِ دَاعٍ یَّقُوْلُ اسْتَقِیْمُوْا عَلَی الصِّرَاطِ وَلَا تَعْوَجُّوْا وَفَوْقَ ذٰلِکَ دَاعٍ یَدْعُوْا کُلَّمَا ھَمَّ عَبْدٌ اَنْ یَّفْتَحَ شَیْئًا مِّنْ تِلْکَ الْاَبْوَابِ قَالَ وَیْحَکَ لَا تَفْتَحْہُ تَلِجْہُ ثُمَّ فَسَّرَہٗ فَاَخْبَرَ اَنَّ الصِّرَاطَ ھُوَ الْاِسْلَامُ وَاَنَّ الْاَبْوَابَ الْمُفَتَّحَۃَ مَحَارِمُ اللّٰہِ وَاَنَّ السُّتُوْرَ الْمُرْخَاۃَ حُدُوْدُ اللّٰہِ وَ اَنَّ الدَّاعِیَ عَلٰی رَأْسِ الصِّرَاطِ ھُوَ الْقُرْاٰنُ وَاَنَّ الدَّاعِیَ مِنْ فَوْقِہٖ ھُوَ وَاعِظُ اللّٰہِ فِیْ قَلْبِ کُلِّ مُؤْمِنٍ۔

ترجمہ ابنِ مسعودؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مثال بیان فرمائی۔ ایک سیدھی راہ ہے۔ اس کے دونوں طرف دو دیواریں ہیں۔ ان دیواروں میں کھلے ہوئے دروازے ہیں۔ دروازوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں اور اس راہ کے سرے پر ایک پکارنے والا پکار رہا ہے (اے چلنے والو) اسی راستہ پر سیدھے چلے جاؤ اور اپنے دائیں بائیں رُخ نہ کرو۔ اس پکارنے والے سے پہلے ایک اور پکارنے والا ہے جب بندہ ان دروازوں میں کسی کو کھولنے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ کہتا ہے او کمبخت اسے کھول مت اگر کھولے گا تو اس میں ضرور داخل بھی ہو گا، پھر اس مثال کی خود توضیح کی۔ یہ سیدھی راہ تو اسلام ہے اور کھلے ہوئے دروازے خدا کی حرام کردہ چیزیں ہیں اور اس پر لٹکے ہوئے پردے خدا کی بیان کردہ حدود ہیں اور راہ کے سرے کا داعی قرآن ہے اور اس سے پہلا داعی خدا کا ناصح ہے جو ہر مومن کے قلب میں موجود ہے۔ اس حدیث کو زرین و احمد نے روایت کیا ہے اور بیہقی نے شعب الایمان میں ابن مسعودؓ کی بجائے نورس بن سمعان سے روایت کیا ہے اور اسی طرح ترمذی نے بھی مگر انھوں نے اس سے ذرا مختصر روایت بیان کی ہے۔

حدیث کا حاصل یہ ہے کہ محرّمات شرعیہ میں فطرتِ انسانی کے لیے ایسی کشش ہے کہ جو اس طرف نظر بھی اٹھائے گا وہ ضرور مبتلا ہو کر رہے گا۔ اس لیے سلامتی کی راہ یہ ہے کہ خدا کی قائم کردہ حدُود سے دُور ہی دُور رہے تاکہ محرّماتِ شرعیہ کی بُو بھی پاس نہ آنے پائے قرآنِ کریم خدا کا داعی کھلّم کھلا پکار رہا ہے۔

اور واعظ اللہ لمّۃَ ملکی ہے یعنی وہ داعیۂ خیر ہے جو ظاہری فتنوں سے پہلے انسان کو خیر و نصیحت کی دعوت دیا کرتا ہے۔ طیبیؒ فرماتے ہیں کہ لٹکے ہوئے پردے وہ امُور ہیں جن میں دلائل کے تعارض یا کسی ابہام کی وجہ سے کوئی شبہ رہ جاتا ہے۔ یہاں شرعی ہدایت یہ ہے کہ ان سے دور ہی رہنا چاہیئے تاکہ اشتباہ کی احتمالی مضرت سے بھی حفاظت رہے۔ اسی کو قرآنِ کریم نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔ تِلْکَ حُدُوْدُ اللّٰہِ فَلَا تَقْرَبُوْھَا یہ خدا کی حدود ہیں لہٰذ ان کے قریب بھی نہ آؤ۔ ایک ضعیف انسان کے لیے یہ امتحان کم نہیں کہ اس پیاسی نظروں کے سامنے رنگین نظارے ہوں اور ان پر صرف ایک پردہ ڈال کر ان کی دید سے اس کو روکا جائے خانۂ محرّمات کی رنگینی ہی خود ایک بلا تھی۔ اس پر نظر اُٹھانے کی ممانعت یہ دوسری بلا ہے جو اس کے لیے اور موجب اشتیاق بن رہی ہے مگر اس کے ساتھ اگر غور کرو تو بات کچھ مشکل بھی نہیں۔ اندرونی اور بیرونی دو دو پہرہ دار ساتھ ہیں جو سمجھاتے جا رہے ہیں۔ نظر فریبی کے سامان گو موجود ہیں مگر ان پر پردے پڑے ہوئے ہیں، اس لیے اگر تمام شریعت کا خلاصہ سمجھنا چاہو تو ایک حرف ہے۔ یعنی "ضبطِ نفس" عبادات و معاملات ۔ عقوبات، معیشت اور اخلاقیات کے جتنے بھی احکام ہیں وہ اسی ایک حرف کی تفصیلات اور علمی ٹریننگ ہیں جن کو ضبطِ نفس کی عادت پڑ گئی اس کو شریعت پر عمل کرنا آسان ہو گیا اور جس نے اپنے نفس کو آزادی کا خوگر بنا لیا اس نے آسان شریعت کو خود اپنے لیے مشکل بنا لیا ؎

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رضؓ قَالَ خَطَّ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَطًّا ثُمَّ قَالَ ھٰذَا سَبِیْلُ اللّٰہِ ثُمَّ خَطَّ خُطُوْطًا عَنْ یَّمِیْنِہٖ وَعَنْ شِمَالِہٖ وَ قَالَ ھٰذِہٖ سُبُلٌ عَلٰی کُلِّ سَبِیْلٍ مِّنْھَا شَیْطَانٌ یَّدْعُوْا اِلَیْہِ وَقَرَأَ وَ اَنَّ ھٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْہُ الْاٰیَۃ

(رواہ احمد والنّسائی والدّارمی)

ترجمہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے ہمارے سامنے ایک خط کھینچا اور فرمایا کہ یہ تو اللہ کی طرف جانے والا راستہ ہے پھر اس خط کے دائیں بائیں اور خطوط نکالے اور فرمایا یہ اور راستے ہیں ان میں ہر راستہ پر ایک شیطان ہے جو اپنی طرف بلاتا ہے۔ اس کے بعد یہ آیت پڑھی۔ اِنَّ ھٰذَا الخ یہ میرا سیدھا راستہ ہے لہٰذا اِسی پر چلو (اس حدیث کو احمد و نسائی و دارمی نے روایت کیا ہے)

یہ حدیث پہلی حدیث کے ہم معنیٰ ہے۔ یہاں اگر شیطانی دعوت کا ذکر ہے تو پہلی حدیث میں واعظ اللہ اور قرآنِ کریم کی دو دعوتوں کا تذکرہ آ چکا ہے، اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حق کی راہ صرف ایک راہ ہے جس میں کوئی ناہمواری، نشیب و فراز نہیں ہے اور گمراہی کی راہیں بہت ہیں اور وہ بھی پرخم اور پرپیچ ہیں صرف نفسانی حرص اور طبعی انجذاب ان کو سیدھا دکھلاتا ہے، راہِ مستقیم پر گامزن ہونے میں اگر کوئی اندرُونی اضطراب محسوس ہو تو وہ راہ کی ہمواری نہیں بلکہ چاروں طرف سے دعوتِ شیطانی کے اثرات ہیں جتنا ادھر کان لگاؤ گے اس اضطراب میں اضافہ ہوتا رہے گا اور جتنا ان سے غافل رہو گے اسی قدر اپنے قلب میں اطمینان و سکون دیکھو گے۔

قطعۂ تاریخ

بر وفات شیخ العالم قطب الارشاد حضرت مولانا عبدالقادر رائپوری قدس سرہ العزیز

عبدِ قادر بھی ہو گئے رُخصت،
شیخ عالم وہ مردِ حق آگاہ

اہلِ حق کے لیے وُجود اُن کا،
ایک عرصہ رہا چراغ راہ

کس سے حل ہوں گی مشکلات طریق
کس سے جا کر کہیں گے حال تباہ

علم و حکمت کا ایک بدرِ منیر
دیکھتے دیکھتے چھُپ ناگاہ،

اب تو کوئی نظر نہیں آتا
ایسا مقبولِ بارگاہِ الٰہ،

بعد احمد علیؒ وصال اُن کا،
اہلِ حق کو ہے صدمۂ جاں کاہ

سالِ رحلت ہو کس طرح موزُوں
کام کرتے نہیں ہیں فکر و نگاہ

اُٹھ کے اک بزمِ غم سے یوں بولا
گُل ہوا ہے چراغ اہلُ اللہ

۸۲　ھ　۱-۱۳　۸۲ھ

محمودُ احمد عارف ہوشیار پوری ——— خازن جامعہ مدنیہ - لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہفت روزہ

خدام الدین لاہور

فون نمبر ۶۷۵۴۵

شمارہ ۱۶	۲۴ ربیع الاول ۱۳۸۲ھ مطابق ۲۴ اگست ۶۲ء	جلد ۸

شرح چندہ

پاکستان و ہندوستان

سالانہ گیارہ روپے
ششماہی : چھ "
سہ ماہی : تین "
فی پرچہ : پچیس پیسے

سعودی عرب، کویت، ایران
افریقہ، ملایا، ہانگ کانگ، انگلینڈ
سالانہ
عام ڈاک سے ۱۸٫۸۷ روپے
ہوائی ڈاک سے ۵۴٫۰۰ "

امریکہ
عام ڈاک سے ۲۴ روپے
ہوائی ڈاک سے ۵۸٫۳۸ روپے

بیرونی ممالک کے لیے
چھ ماہ
سے کم میعاد کے لیے پرچہ جاری
نہیں کیا جائے گا۔

حضرت شیخ العصر کا وصال

سید العرب والعجم شیخ الاسلام حضرت مولانا مدنی نور اللہ مرقدہٗ کی مفارقت کا زخم ابھی ہرا تھا قطب زماں شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی قدس سرہٗ کے صدمۂ جدائی سے ملتِ اسلامیہ کا قلب پارہ پارہ ہی تھا اور مجاہدِ ملت مولانا حفظ الرحمٰنؒ کے غم میں بہنے والے آنسو ابھی خشک بھی نہ ہو پائے تھے کہ امتِ مسلمہ ایک اور عظیم حادثے سے دو چار ہو گئی۔ ۱۴ ربیع الاول ۱۳۸۲ھ بمطابق ۱۶ اگست ۱۹۶۲ء جمعرات کو ۱۱ بجکر ۲۵ منٹ پر سرزمین لاہور میں محفل روحانیاں کے ترکش کا خدنگِ آخریں، آسمانِ زہد و اتقاء کا آفتاب تابندہ، منزلِ مراد کا سراغ اور خزانۂ علم و معرفت کا گوہر شب چراغ جسے شیخ المشائخ قطب ملت حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری کے محبوب و دلربا نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ اپنے اللہ کو پیارا ہو گیا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون ؏

آپ ایک عرصے سے بیمار چلے آتے تھے۔ بالآخر گردوں کا مرض یوریمیا جان لیوا ثابت ہوا۔ وقت وصال عمرِ مبارک اگرچہ ۹۰ برس تھی لیکن چشمۂ فیض جب بھی بند ہو جائے۔ سانحۂ عظیم ہے۔ اور آفتاب جب بھی غروب ہو زمانے پر تاریکیوں کا مسلط ہو جانا یقینی ہے۔ افسوس! علم و معرفت کا یہ چشمۂ صافی جس سے تشنگانِ طریقت پورے ساٹھ برس تک سیراب ہوتے رہے اور سپہر ہدایت کا یہ درخشندہ شمس جس سے ہزار ہا رہروانِ طریقت فیضیاب ہوئے موت کی تاریک وادیوں میں گم ہو گیا۔

ہر آنکہ زاد بنا چار بایدش نوشید
ز جامِ دہر مئے کل من علیہا فان

حضرت اقدس اس دورِ قحط الرجال میں دینی صداقتوں کا جیتا جاگتا نمونہ تھے۔ آپ کو دیکھ کر اسلاف کی یاد تازہ ہو جاتی، دل خوفِ خدا سے لبریز ہو جاتے اور قلب و نظر میں فقر کی شمع

کا چراغ جلنے لگتا۔

آپ موضع ڈھڈیاں ضلع سرگودھا میں ۱۲۹۲ھ ماہ ربیع الاول میں سرگودھا کے ایک علمی خاندان میں پیدا ہوئے۔ آپ کی ابتدائی تعلیم بھیرہ میں ہوئی جہاں آپ نے قرآن پاک حفظ کیا اور علمائے اسلام کی سنت کے مطابق چھوٹی عمر میں تلاشِ حق اور تحصیل علم کے لیے گھر سے نکل کھڑے ہوئے۔ مہینوں رہ نوردی کی اور بالآخر جذبۂ صادق نے آپ کو سید الطائفہ شاہ عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچا دیا۔ شاہ عبدالرحیمؒ صاحب قطب الارشاد والتکوین حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشد خلفاء میں سے تھے۔ مولانا عبدالقادرؒ صاحب رائے پوری نے دہلی، رامپور، امروہہ، گلاوٹھی اور پانی پت کے مشہور مدارس میں وقت کے جید علماء سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد خدمتِ شیخ میں علمِ دین کے ساتھ ساتھ روحانی فیوض و برکات سے بھی اپنا دامن بھرا۔ چنانچہ حضرت شیخ کو اپنے مرشد حضرت شاہ عبدالرحیمؒ صاحب کی صحبت کچھ ایسی راس آئی کہ آپ وہیں کے ہو گئے۔ اور اسی نسبت سے رائے پوری کہلانے لگے۔

آپ پر اپنے شیخ و مرشد کا رنگ اس قدر غالب تھا اور آپ نے ان کا ہر انداز کچھ اس طرح اپنایا کہ اصل کا گمان ہونے لگتا۔ چنانچہ شیخ کے وصال کے بعد حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری جانشین ہوئے تو خانقاہ کی رونق گھٹی نہیں بلکہ حلقۂ اثر وسیع سے وسیع تر ہوتا گیا۔ آفتاب جس طرح کسی گوشہ میں مقید نہیں ہوتا۔ آپ کے کمالات ظاہری و باطنی بھی کسی ایک جگہ کے لیے نہ رہے۔ ملک کا شاید ہی کوئی گوشہ باقی رہا ہو جہاں کے خوش نصیب

لوگ اس بارگاہ میں حاضر ہو کر فیض یاب اور کامیاب نہ ہوئے ہوں۔ زیارت کے لیے حاضرین و زائرین کا یہ عالم کہ مخلوق ٹوٹی پڑتی ہو حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ کے بعد سوائے آپ کی مجلس کے اور کہیں دیکھنے میں نہیں آیا۔ آپ کی مجلس میں جو شخص ایک بار بھی بیٹھ جاتا دل کی دنیا بدلی ہوئی پاتا اور دین کا رنگ لے کر جاتا تھا۔ اکثر ایسا بھی ہوا کہ کئی اصحاب کے دین سے متعلق بیشتر شبہات سوال و جواب کے بغیر ہی آپ کی صحبت میں کافور ہو گئے۔

اے لقائے تو جواب ہر سوال
مشکل از تو حل شود بے قیل و قال

حضرت اقدس بہت ہی کم گو تھے لیکن جب بولتے تو موتی رولتے تھے ایک ایک حرف نپا تلا ہوتا۔ اور دل میں ترازو ہوتا جاتا تھا۔ توجہ کا یہ عالم تھا کہ علامہ اقبالؒ نے جس مقام فقر و استغناء کو نگاہ کی تیغ بازی سے تعبیر کیا ہے۔ اس کی حقیقتیں ایک ایک کر کے قلب و نظر کے سامنے آنے لگتی تھیں۔ وہ یقیناً اس دور میں اللہ کی آیات میں سے ایک آیت، اسلاف کا جیتا جاگتا نمونہ، قرآنی عظمت و اقدار کی عزت و عظمت اور سنتِ نبویؐ کی مکمل تصویر تھے۔

آہ! ان کے انوار و برکات اور فیوض و کمالات کے کون کون سے گوشوں کا تذکرہ کر کے دامانِ دل کو خونناب جگر کے قطروں سے لالہ زار کریں صرف اسی قدر کہا جا سکتا ہے کہ مادیت کے اس تباہ کن اور ایمان شکن دور میں ایسے بندگانِ خدا کا اٹھ جانا عذاب الٰہی کا پیش خیمہ ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان مردانِ پاک باز کو ایک ایک کر کے صرف اس لیے اٹھا رہا ہے کہ ان نفوس قدسیہ کو صفحۂ ارضی پر چلتا پھرتا دیکھ کر اس کے غضب کو نازل ہونے سے حیا آتی ہے۔ اب ہمارے لیے اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں کہ اپنے گناہوں پر نادم ہوں اور استغفار کریں۔ روٹھے ہوئے رب کو منانے کا ڈھب سیکھیں اور ان بزرگوں نے جو غیر فانی کردار اور نقوش جاودانی اپنے پیچھے چھوڑے ہیں۔ انھیں مشعلِ راہ بنا کر ان کی یاد کو زندہ رکھیں۔ اور منزلِ آخرت کے لیے زادِ سفر مہیا کریں۔

اسماء الرسول



ہمارے سید و آقا خواجۂ ہر دوسرا کا مقدس نام محمدؐ ہے صلی اللہ علیہ وسلم یہ نام قدرت الٰہیہ کی طرف سے خود آیت عظیم ہے۔

انبیاء کرام علیہم السلام میں سے کسی نبی کا نام بھی ایسا نہیں پایا جاتا کہ وہ نام ہی اپنے مسمیٰ کے کمالات کا شاہد عدل ہو۔ بطور نمونہ چند اسماء کا ذکر کیا جاتا ہے:۔

آدم۔ کے معنی گندم گوں ہیں۔ ابوالبشر کا یہ نام ان کے جسمانی رنگ کو ظاہر کرتا ہے۔

نوح۔ کے معنی آرام ہیں، باپ نے ان کو آرام و راحت کا موجب قرار دیا۔

اسحٰق۔ کے معنی ضاحک، یعنی ہنسنے والا ہیں، ہشاس بشاش چہرہ والے تھے۔

یعقوب۔ پیچھے آنے والا۔ یہ اپنے بھائی عیسو کے ساتھ توام پیدا ہوئے تھے۔

موسیٰ۔ پانی سے نکالا ہوا۔ جب ان کا صندوق پانی سے نکالا گیا۔ تب یہ نام رکھا گیا۔

یحییٰ۔ عمر دراز۔ بڈھے ماں باپ کی بہترین آرزوؤں کا ترجمان ہے۔

عیسیٰ۔ سرخ رنگ۔ چہرہ گلگوں کی وجہ سے یہ نام تجویز ہوا

اسماء بالا کو دیکھو۔ اور ان کے معانی پر غور کرو ـــــ کہ وہ کسی طرح مسمیٰ کی عظمت روحانی یا نبوت کی طرف ذرا سی بھی اشارت نہیں رکھتے،

مگر اسم "محمدؐ" کی شان خاص ہے۔

حضور کا ذاتی نام محمدؐ بھی ہے اور احمدؐ بھی، ہر دو اسماء ذاتی میں وحدت مادہ موجود ہے یعنی حمد سے بنے ہیں۔ اب معنی حمد کا سمجھنا ضروری ہوا۔

جب صفات، میں کمال اور نعوت میں جلال اور فطرت میں احسان بر غیر اور فیضان عام کے فضائل جمع ہو جائیں تو اس مجموعی کیفیت کا نام "حمد" ہوگا۔

ثناء و تکریم۔ رفعت شان و رفعت ذکر، اور استلزام جود و عطا کا مجموعہ حمد کہلاتا ہے۔ حمد کی یہ جملہ صفات بدرجہ اکمل ذات پاک سبحانی پائی جاتی ہیں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کا حرف، لام یہی بتلا رہا ہے اور اسم پاک حمید بھی اسی راز کا انکشاف کرتا ہے سیدنا حسان المؤید بروح القدس رضی اللہ عنہ نے اپنے مشہور قصیدہ کے مشہور بیت میں گویا اسی معنی کی طرف اشارہ کیا ہے ؎

وَشَقَّ لَہٗ مِنْ اِسْمِہٖ لِیُجِلَّہٗ
فَذُوالْعَرْشِ مَحْمُوْدٌ وَّھٰذَا مُحَمَّدٌ

مُحَمَّد۔ حَمَّدَ (مضاعف) سے مبالغہ کے لئے ہے۔ یہ اس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی محمود ہیں، ملائکہ مقربین میں بھی محمود ہیں۔ زمرۂ انبیاء و مرسلین میں بھی محمود ہیں اور اہل زمین کے نزدیک بھی محمود ہیں، جو لوگ حضورؐ کا کلمہ نہیں پڑھتے۔ وہ بھی ان سجایا و شیم کے مداح ہیں۔ جن کا لزوم و ثبوت حضورؐ کے نام کے معنی اور حضور کی ذات گرامی سے بدرجہ اتم ہے۔

ہاں حضور ہی "مقام محمود" والے ہیں اور لواءُ الحمد حضور ہی کے رائت شاہی کا نام ہے حضورؐ کی امت کا نام بھی انہی مناسبات سے "حَمَّادُوْنَ" ہے۔

محمد و احمد کے معانی میں الگ الگ فرق یہ ہے کہ محمدؐ وہ ہے۔ جس کی حمد و نعت جملہ اہل الارض و السماء نے سب سے بڑھ کر کی ہو۔ اور احمد وہ ہے جس نے رَبُّ السَّمٰوٰتِ والارض کی حمد و ثنا جملہ اہل الارض و السموٰت سے بڑھ کر کی ہو۔ لہٰذا اسم پاک عَلَمْ بھی ہے اور صفت بھی وہ اپنے معانی کے اعتبار سے کمالات نبوت پر دال ہے اور مدلول بھی۔

اب غور کرو کہ لغوی معنوں کے تحت میں ایک پیشگوئی بھی شامل ہے اور عالم الغیب والشہادۃ کی جانب سے جملہ عوالم و اہل عالم پر یہ راز آشکار کیا گیا ہے کہ اس اسم کے مسمیٰ کی مدح و ثناء دنیا میں سب سے بڑھ کر سب سے زیادہ توالی و تواتر کے ساتھ کی جائے گی۔

وہ کون ہے جس کا مقدس نام آج کروڑوں اشخاص کی زبانوں پر جاری اور قلوب میں ساری ہے؟ کون ہے جس کے مقدس نام کی نوبت شاہانہ مساجد کے بلند ترین میناروں سے سامعہ نواز ہے۔

وہ کون ہے۔ جس کی سیرت پاک انسانی زندگی کے ہر لمحہ و ہر ساعت میں اور ہر درجہ اور ہر مقام پر رہنما ہے۔

وہ کون ہے جو اپنے افعال میں محمود ہے اور اپنی تعلیم سے محمود۔

وہ کون ہے جس کی رفعت فرش سے عرش تک ملی ہوئی ہے۔

وہ کون ہے۔ جس کی تعلیم کی وسعت بر و بحر پر چھائی ہوئی ہے۔

(۱) بیشک وہ "مُحَمَّد" ہے اسم بھی محمدؐ ہے اور مسمیٰ بھی محمد ہے اور حمد کو اس کی ذات ہمایونی سے نسبت خاص ہے اسی کے مقام شفاعت کا نام "مقام محمود" ہے۔ اور اُسی کی اُمت حَمَّادُوْنَ کے لقب سے روشناس ہے اُسی کی لائی ہوئی کتاب کا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ سے افتتاح ہوتا ہے۔

(۲) ہاں اسی کا نام اَحْمَدْ ہے۔ یہ بھی اسی سرچشمہ "حمد" سے نکلا ہے۔ دونوں نام اپنے منبع و ماخذ کے اعتبار سے اتحاد تام رکھتے اور اشتراک کلیہ کے ساتھ ساتھ انوار و برکات خاص سے مختص بھی ہیں۔

وہ "مُحَمَّد" ہے اور اسی لئے کائنات کا ذرہ ذرہ اس کا ثناگستر و مدح خواں ہے۔

وہ احمد ہے اور اسی لئے اس نے بارش کے قطرات سے اور ریگ کے ذرات سے بڑھ کر اپنے مالک، اپنے خالق۔ اپنے رازق۔ اپنے ہادی، اپنے معطی کی حمد و ثنا پھیلائی ہے

ہاں وہ مُحَمَّد ہے اور کل دنیا اس کی مداح ہے

وہ اَحْمَد ہے اور وہ کل دنیا سے بڑھ کر اپنے رب کا حامد ہے۔

ترا محمود و احمد زمین خواند و زماں
حمید باشد و محمود ذات ربانی
فزدں تر از تو کسے را نہ مدح گفت زماں
نہ برتر از تو کسے گفت حمد سبحانی

مُحَمَّد اَحْمَد

ہاں وہ پیارا ہے۔ اسی نے دشمن و دوست سب سے پیار کیا ہے۔

وہ حبیب ہے۔ اور اسی نے محبت کو تاج اکمال سے مزین فرمایا ہے وہ محبوب ہے مگر محبین سے بے نیاز،

(۲) وہ مطلوب ہے۔ مگر طالبین سے کوئی احتیاج نہیں رکھتا۔

(۳) وہ متبوع ہے اور اس کی متابعت دوسرے کو مطاع بنا دیتی ہے۔

(۴) وہ نبی ہے۔ اور اس کی بناوت نے ہزاران ہزار حجاب چشم بصیرت سے ہٹا دیئے ہیں۔

(۵) وہ رسول ہے اور اسی کی رسالت نے نوع بشر کو اتمام نعمت اور اکمال دین اور رضوان رحمٰن کے انعامات سے ممتاز فرمایا ہے۔

(۶) وہ عبد ہے اور اسی کی عبودیت نے عبودیت کو اورنگ خلافت پر متمکن کر دیا ہے۔

(۷) وہ معلم ہے اور اسی کی تعلیم نے مسیحؑ کے اس قول اور امید کو پورا کر دیا ہے کہ وہ صداقت کی ساری تعلیم دے گا۔

اس نے اپنی درس گاہ قدس کے دروازے کھول رکھے ہیں۔ اس نے اپنی تعلیم پر کوئی فیس مقرر نہیں کی، وہ مرموزات و تمثیلات میں تعلیم نہیں دیتا ہے اس نے اپنے اور ارشد تلامذہ کے درمیان اشارات خاص نہیں تجویز کئے ہیں۔ اس کے ادبستان پر یُعَلِّمُکُمْ مَّا لَمْ تَکُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ کا کتابہ لگا ہوا ہے اس کے پاک درس کا آغاز انسان کے جانے پہچانے علوم اور معارف کے انجام سے ہوتا ہے۔

(۸) وہ امین ہے اس کا یہی نام بحیرا رسول کو مکاشفات میں بتایا گیا۔ اور اس کا یہی نام قریش کی زبان پر جاری ہوا۔ اسی نام سے حضورؐ کا احتشام و وقار نمایاں ہے اور اسی نام سے حضورؐ کا وحی آسمانی کا امانت دار ہونا واضح ہے۔ اسی معنی کی طرف حدیث مسلم عن ابی سعیدؓ میں صراحت کی گئی ہے۔ کعب بن اسراف کا شعر ہے ؎

امین محب للعباد مسوم
بخاتم رب قاھر للخواتم

(۹) وہ اُمّی ہے۔ اور ام القریٰ کی عزت و وقعت اسی نسبت قدسیہ سے ہے۔

وہ اُمّی ہے اور ولید سعید کی طرح جملہ افعال و اقوال میں معصوم ہے وہ اُمّی ہے۔ اور اس کی تعلیم حروف کتابی یا نقوش مرقومہ کی احتیاج مند نہیں۔

خطبہ یوم الجمعہ ۱۵ ربیع الاوّل ۱۳۸۲ھ ۱۷ اگست ۱۹۶۲ء

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاھُمْ شُعَیْبًا ط .... اِنَّکَ لَاَنْتَ الْحَلِیْمُ الرَّشِیْدُ ط

(سورہ ھود پ ۱۲ رکوع ۸)

لوگوں کو اُن کا حق پورا دیا کرو

از حضرت مولانا حافظ حمید اللہ صاحب مدظلہ

ترجمہ:- اور مدین کی طرف بھیجا ان کے بھائی شعیب کو کہا اے میری قوم بندگی کرو۔ اللہ کی کوئی نہیں تمہارا معبود اس کے سوائے اور نہ گھٹاؤ ماپ اور تول کو میں دیکھتا ہوں تم کو آسودہ حال اور ڈرتا ہوں تم پر عذاب سے ایک گھیر لینے والے دن کے اور اے قوم پورا کرو ماپ اور تول کو انصاف سے اور نہ گھٹا دو لوگوں کو ان کی چیزیں۔ اور مت مچاؤ زمین میں فساد۔ جو بچ رہے۔ اللہ کا دیا۔ وہ بہتر ہے۔ اگر ہو تم ایمان والے۔ اور میں نہیں ہوں تم پر نگہبان۔ کہا انہوں نے اے شعیب کیا تیرے تمام پڑھنے نے تجھ کو یہ سکھایا کہ ہم چھوڑ دیں جن کو پوجتے رہے ہمارے باپ دادا۔ یا چھوڑ دیں کرنا جو کچھ کرتے ہیں اپنے مالوں میں۔ تو ہی بڑا باوقار ہے۔ نیک چلن۔

اللہ تعالےٰ نے قرآن شریف میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے جگہ بہ جگہ حالات بیان فرمائے ہیں۔ اس سورت میں ایک ایک رکوع میں ایک ایک نبی کا پورا حال تفصیل کے ساتھ ذکر ہے۔

حضرت شعیب علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت ابراہیم کی اولاد جو مدین میں مقیم تھی۔ اس کی طرف مبعوث ہوئے۔

اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتے ہیں: وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاھُمْ شُعَیْبًا (اور مدین کی طرف بھیجا ان کے بھائی شعیب کو) اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ حضرت شعیبؑ اسی قوم اسی نسل اور ان ہی میں سے تھے۔

حضرت شعیب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اے میری قوم عبادت کرو فقط اللہ تعالےٰ کی اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ کسی دوسرے کے سامنے اپنا سر نہ جھکاؤ۔ مشکلات کے وقت اسی کو پکارو، اپنی ہر ایک حاجت اسی کے سامنے پیش کرو۔

تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی پہلی تعلیم توحید ہوتی ہے۔ ہر نبی کی پہلی دعوت یہی تھی کہ اللہ تعالےٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔

قرآن مجید میں جگہ بہ جگہ توحید کا ذکر فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ مسلمانوں کو شرک کی ہوا سے بھی محفوظ رکھنا چاہتے ہیں۔ تاکہ ایمان میں شرک و کفر کی ذرا بھر بھی بو نہ آئے تمام نیکیوں معاملات۔ بھلائیوں اور آخرت کی نجات کی بنیاد فقط توحید ہے۔ اسی لیے اللہ تعالےٰ نے توحید پر زیادہ زور دیا اور فرمایا ہے کہ ایمان کو توحید کے ساتھ خالص کرو۔

۱۹۴۲ء میں حضرتؒ نے بڑے بھائی حافظ حبیب اللہ مدظلہ کو تبلیغی دورہ کے لیے بھیجا۔ وہ کافی دنوں تبلیغ کرکے جب واپس تشریف لائے۔ تو فرمایا۔ کہ مجھے اس سفر میں ایک تجربہ ہوا ہے۔ وہ یہ ہے کہ برسات کے موسم میں کبھی پہاڑ کا سفر نہ کرنا چاہیئے کیونکہ پہاڑ برسات کے موسم میں گرتے ہیں اور لاریاں۔ موٹریں وغیرہ کھڈوں میں گر پڑتی ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ ڈلہوزی شہر سے واپس لاہور آنے کی کوئی امید نہ تھی۔ اللہ تعالےٰ سے دعا کی۔ تو ایک فوجی جیپ کھڑی نظر آئی۔ اس میں بیٹھ کر شام کو لاہور آ گیا۔

ہمارے لیے یہ انہوں نے نصیحت کی۔ کہ برسات کے موسم میں کبھی پہاڑ کا سفر نہ کرنا۔ اسی طرح پہلے لوگوں کے حالات و واقعات پچھلوں کے لیے نصیحت ہوتے ہیں۔ تجارت کرنے والے اپنے رشتہ داروں، دوستوں کو بتاتے ہیں کہ اس طرح تجارت کرنے سے فائدہ ہے۔ اور اس طرح سے نقصان۔

عبرت اور نصیحت فقط ان کو حاصل ہوتی ہے جن کے دل میں خوف خدا ہو۔ حضرت شعیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا واقعہ ہمارے لیے بہت عبرت ہے۔ یہ وہ نبی ہیں جن کے حضرت موسےٰ کلیم اللہ داماد تھے۔ اور حضرت موسےٰ نے حضرت شعیب علیہ الصلوٰۃ السلام کی دس سال خدمت کی۔

مدین قوم تاجر تھی۔ ان میں یہی روحانی بیماریاں تھیں۔ جو آج کل ہم مسلمانوں میں ہیں۔ حضرت شعیب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ کہ اے میری قوم ماپ اور تول کو نہ گھٹاؤ میں تم کو آسودہ حال دیکھتا ہوں۔ اور میں ڈرتا ہوں۔ تم پر ایک گھیر لینے والے دن کے عذاب سے۔

مطلب یہ کہ میں محشر کے دن کے سخت عذاب سے ڈرتا ہوں جو تجارت میں ہیرا پھیری کرنے والے کو ہوگا۔

حدیث شریف میں آتا ہے:-

اِتَّقُوْا فِرَاسَۃَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّہٗ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰہِ

ترجمہ:- مومن کی دور اندیشی سے ڈرو۔ وہ اللہ تعالےٰ کے نور سے دیکھتا ہے۔

ایک مرتبہ حضرت مدنی رحؒ کے ساتھ ایک آدمی گاڑی میں سفر کر رہا تھا۔ ڈبہ میں ایک آدمی نے آکر ایک صندوق رکھا اور حضرت مدنی کے ساتھ والے آدمی کو کہا کہ اس صندوق کا خیال رکھنا میں ابھی آتا ہوں۔ حضرت مدنی نے فوراً فرمایا کہ ہم اس کا دھیان نہیں رکھیں گے۔ وہ آدمی صندوق کو وہاں چھوڑ کر فوراً بھاگ گیا۔ اس کے چلے جانے کے کچھ بعد اس کمرے میں پولیس آکر کہنے لگی۔ کہ یہ صندوق کس کا ہے۔ تو حضرتؒ نے فرمایا کہ پتہ نہیں کس کا ہے۔ تو پولیس نے بیان کیا کہ اس صندوق میں ایک لاش ہے۔ یہ ہے مومن کی دور اندیشی۔ اگر وہ آدمی صندوق کا ذمہ لے لیتا۔ تو پولیس اسے گرفتار کر لیتی۔ اور پوچھتی کہ بتاؤ وہ آدمی کہاں ہے۔

اس لیے حضرت شعیبؑ کا یہ خوف اور ڈر کرنا بالکل بجا ہے کہ مجھے ایک سخت عذاب والے دن کا خوف ہے۔ اور جب تم آسودہ حال ہو۔ تو تم کو ہیرا پھیری کرنے کی کیا ضرورت ہے۔

حضرت علامہ مجاہد فرماتے ہیں کہ تم اس وقت آسودہ حال ہو۔ میں خوف کرتا ہوں اس بات کا۔ کہ تمہاری ہیرا پھیری تمہاری تمام کمائی کو ضائع کر دے گی۔

ہیرا پھیری کا نتیجہ یقیناً تباہی ہے۔ ہندو بہت زیادہ ہیرا پھیری کرکے مالدار بن گئے تھے۔ شاہ عالمی میں ہندوؤں کی بہت دکانیں تھیں۔ بڑے بڑے اونچے محلات و مکانات تھے۔ وہ سب تباہ و برباد ہو کر راوی کے کنارے بند بنانے کے کام آئے۔ قرآن مجید میں جو جو سزائیں گذشتہ قوموں کی بیان کی گئی ہیں یاد رکھی گئیں۔ اگر آئندہ کوئی جرم کرے گا۔ اس کو بھی وہی سزا ملے گی۔

حضرت شعیب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میری قوم لوگوں کو چیزیں گھٹا کر نہ دو اور زمین میں فساد نہ کرو۔ تجارت میں ہیرا پھیری کرنے سے زمین میں فساد پیدا ہوتا ہے۔ معاشرہ خراب ہوتا ہے۔

مثلاً ایک تاجر ۲۵ من گندم خریدتا ہے۔ گھر آکر دیکھتا ہے۔ کہ وہ بیس من ہے۔ اب وہ تاجر دوسروں کو بھی کم تول کر دے گا۔ تاکہ اپنا نفع پورا کرے۔ یا بھاؤ زیادہ کر دے گا۔ اگر وہ بازار کے بھاؤ سے زیادہ کر دے۔ تو کوئی دوسرا اس سے خریدے گا نہیں۔ اس لیے وہ لازماً کم تولے گا۔

ایک تاجر نے ایک سے ہیرا پھیری کی۔ تو یہ تاجر ۲۵ آدمیوں سے ہیرا پھیری کرے گا۔ اس طرح معاشرے کا نظام خراب ہو جائے گا۔ لین دین۔ معاملات غلط ہو جائیں گے۔ حرام کمائی کی وجہ سے دل سیاہ ہو جائیں گے۔ اور فاسد خیالات آنے شروع ہو جائیں گے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ آج کل بد دیانتی اور

علامہ لطیف انور

بول بالا رہے بخاری[1] کا

اے قلم! اے ذریعۂ اظہار
آج کاغذ پہ اپنا سر دے مار

اپنے سینے کو اس طرح کر چاک
لفظ ڈالیں خود اپنے سر پر خاک

ذکر احساس کی تباہی کا
نام روشن نہ ہو سیاہی کا

طرزِ تحریر ناامید ہوا
خون کاغذ کا کیوں سفید ہوا

خامشی کو پکارتا ہوں میں
دل میں خنجر اتارتا ہوں میں

وقت کیا دار پر چڑھا دے گا
بات کو اس قدر بڑھا دے گا

اشک آنکھوں میں تھم کے رہ جائے
آہ ہونٹوں پہ جم کے رہ جائے

کارواں آس کا لٹا کیسے
کیا بتاؤں اگر کوئی پوچھے

کون تھا میرا کارواں میرا
کیا نہیں کوئی رازداں میرا

سب مرے رازدار ہیں لیکن
اپنی راتیں ہیں اور اپنے دن

میرے دن شوق وصل سے محروم
میری راتیں فراق سے مغموم

میں ہلاکِ غمِ جدائی ہوں
پیکرِ رنج بے نوائی ہوں

مجھ کو یارا نہیں سخن کیسا!
مجھ کو اب شوق انجمن کیسا،

شمع خاموش ہو گئی جب سے
لب جدا ہو سکا نہ پھر لب سے

کوئی پروانہ جان کیا دے گا
عشق کو اب زبان کیا دے گا

کان ترسیں گے اس کہانی کو
اوج جس نے دیا جوانی کو

جس نے پیری کو آبرو بخشی
جس نے اخلاص کو نمو بخشی،

جس کا عنوان تھا کوئی درویش
جس کا ہر سانس تھا سعادت کیش

کون درویش؟ مجھ کو کیا معلوم
کیا کھلے تجھ پر اے غمِ مرقوم!

اس کی تصویر میں دکھاتا ہوں
اس کی باتیں تجھے سناتا ہوں

اس کی تصویر کا سوال نہیں،
اس میں وہ قال اور حال نہیں

اس کی ہر بات یاد آئے گی،
اشک کیسے، لہو رلائے گی

کس کو دعوے تھا غم گساری کا
آؤ ماتم کریں بخاری کا

وہ بخاری کہ تھا عطا حق کی
وہ بخاری کہ تھا صدا حق کی

جس کو باطل جھکا سکا نہ کبھی
جس کو باطل دبا سکا نہ کبھی،

جس کے پہلو میں تھا دلِ زندہ
جس کے دل میں تھا عشق تابندہ

عشق دار و رسن سے بے پروا
نغمہ بر لب رہا بیاں کیا کیا

کتنی اونچی تھی جبر کی دیوار
پھر بھی پیدا تھے صبر کے آثار

وہ ستم آدمی کے سہتا تھا
خوف دل میں خدا کا رہتا تھا

بے نوا تھا مگر نرالا تھا
وہ جہاں تھا وہاں اجالا تھا

مطلعِ نور اُس کی پیشانی
اُس کا چہرہ مدارِ تابانی

اُس کے گیسو جمال کی ترتیب
اس کی آنکھیں سرور کی تشبیب

ہائے وہ آب تھا نہ وہ گِل تھا
وہ ہمہ حسن تھا ہمہ دل تھا

اب کہاں اس کو ڈھونڈنے جائیں
اب اُسے ہم کہاں سے لے آئیں

سُن، وہ آواز کان میں آئی!
دل کی دھڑکن زبان میں آئی

ایک سناٹا چھا گیا ہر سُو
بولا سر چڑھ کے نطق کا جادو

جیسے ہستی فضا میں جھومی ہے
زیست مرکز کی سمت گھومی ہے

دل جھکے عشق کی نماز ہوئی
حق کی آواز سرفراز ہوئی

چپ ہے کیوں، بول کر دکھائیے اب
کوئی لب کھول کر دکھائے اب

وہ خدا کا کلام پڑھتا ہے
سیل کی طرح آگے بڑھتا ہے

اس کو روکیں گے کیا خس و خاشاک
اُس کے رستے میں کوئی ٹھہرے خاک

لو، بھرم کھل گیا بلاغت کا
بند ہے ناطقہ فصاحت کا

گنگ ہے فلسفہ ہے یا منطق،
چہرہ دونوں کا ایک سا ہے فق

عرش سے لائی کیا اثر آواز
اس نے الحمد سے کیا آغاز

ہے ثنا خالقِ دو عالم کی
چھٹ گئی ہر طرف گھٹا غم کی

ایک تسکین کا ظہور ہوا
دل کو حاصل عجب سرور ہوا

دھل گیا داغ بے قراری کا
بول بالا رہے بخاری کا

ہائے اب وہ صدا نہیں آتی
غم سے کیا پھٹ نہ جائے گی چھاتی

اس کی قربت تھی دل کی آبادی
وہ سراپا تھا درسِ آزادی

دل لرزتا تھا اُس سے "ظامی" کا
پاؤں ٹکتا نہ تھا غلامی کا

بھوک اور پیاس کی سزا کیا تھی
اس کو معلوم تھا وفا کیا تھی

قید میں بھی رہا سدا آزاد
اس کا منہ تکتا تھا ہر اک شداد

کوئی فرعون جب ہوا دوچار
بڑھ گیا اور جذب دل کا وقار

تمکنت عشق کی نمایاں تھی،
کوئی منزل تھی، اس کو آساں تھی

وہ گدا تھا درِ محمدؐ کا
پاس تھا اس کو عظمتِ جد کا

حق و باطل میں امتیاز رہا
وہ فقیری میں بے نیاز رہا

اس کا ثانی کہاں سے لائے گا،
کیا اسے کوئی بھول جائے گا

فکر میں بود و باش ہے اس کی
زیست کو خود تلاش ہے اس کی

---

[1] امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری تاریخ وفات ۲۱ اگست ۱۹۶۱ء

مجلسِ ذکر منعقدہ ۱۴؍ربیع الاول ۱۳۸۲ھ مطابق ۱۶؍اگست ۱۹۶۲ء عیسوی

معیارِ قبولیت

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی کے سفر کے باعث حضرت مولانا حافظ حمید اللہ صاحب مدظلہ نے مندرجہ ذیل تقریر مجلس ذکر کے بعد ارشاد فرمائی۔

مرتبہ:- مناظر حسین نظر

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ط اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ط اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ○

ترجمہ:- اے لوگو ہم نے تمہیں ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے۔ اور تمہارے خاندان اور قومیں جو بنائی ہیں، تاکہ تمہیں آپس میں پہچان ہو۔ بے شک زیادہ عزت والا تم میں سے اللہ کے نزدیک وہ ہے جو تم میں سے زیادہ پرہیزگار ہے۔

محترم حضرات! اس آیۂ شریفہ میں بتایا گیا ہے کہ تم میں کوئی اونچ نیچ نہیں۔ اصل میں انسان کا بڑا چھوٹا ہونا۔ ذات پات اور خاندان و نسب پر موقوف نہیں اور نہ کسی کا سندھی، بلوچی، پٹھان، پنجابی، سید، مغل اور قریشی وغیرہ ہونا اس کے معزز یا حقیر ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ ذات پات اور حسب و نسب کسی کے لیے وجہِ امتیاز نہیں۔ بلکہ جو شخص جس قدر خوفِ خدا رکھنے والا، نیک خو، پرہیزگار اور مؤدب ہے اُسی قدر محبوبِ بارگاہِ الٰہی ہے۔ خدا کے نزدیک مکرم اور معظم ہے۔

جہاں تک نسب کا تعلق ہے اس کی حقیقت فقط اتنی ہے کہ آپ سب آدم کی اولاد ہیں۔ ایک عورت سے پیدا ہوئے ہیں۔ اور آپ سب کا سلسلہ آدم اور حوا پر منتج ہوتا ہے۔ ذاتیں اور خاندان تو اللہ عزوجل نے اس لیے مقرر کی ہیں کہ تم پہچانے جا سکو۔ تمہارا تعارف تمہاری شناخت ہو سکے بلندیٔ مراتب اور درجات کی رفعت کے لیے نسب کا شرف اللہ کے ہاں قابلِ قبول نہیں۔ نہ ہی اس کی کوئی قدر و قیمت بارگاہِ ایزدی میں ہے۔ اُس کے حضور فضیلت اور کمال کا معیار اصل "اتقا" ہے۔ اللہ کا خوف اور ڈر ہے۔ اگر کسی شخص میں خوفِ خدا موجود ہے۔ اور وہ متقی ہے تو خدا کے ہاں اس کے درجات بلند ہیں۔ اور اس کے مراتب ارفع و اعلیٰ ہیں۔ ذات پات، برادری اور خاندان پیشے اور قوم کی اس میں کوئی قید نہیں۔ کالے اور گورے کی اس میں کوئی تمیز نہیں۔ شرط اگر ہے تو فقط احکام الٰہی کی پابندی ہے۔ تقویٰ، ادب اور طہارت ہے۔ اخلاص اور عمل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دل میں خوف رکھنے والا اور صحیح معنوں میں متقی بنائے۔

محترم حضرات! یاد رکھیے حصولِ تقویٰ کے لئے صرف ظاہری صورت درست کر لینا کافی نہیں اور نہ ہی وضع قطع سے اس کا اظہار ضروری ہے۔ بلکہ قلب کی صفائی اور درستگی لازم ہے — تقویٰ اور ادب کا تعلق درحقیقت دل سے ہے اور دل کی باتیں صرف اللہ جل شانہٗ ہی جانتے ہیں۔ اُنہیں کے علم میں ہے۔ کہ جو شخص ظاہر میں متقی، مؤدب اور پرہیزگار نظر آتا ہے۔ واقع میں کیسا ہے؟ اور مستقبل میں کیسا رہے گا؟ انما العبرۃ للخواتیم۔ اسی لیے فرمایا کہ بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا خبردار ہے۔ اس سے کوئی امر پوشیدہ نہیں اور نہ اسے کوئی دھوکہ دے سکتا ہے۔ وہ علیم اور خبیر ہے

برادرانِ عزیز! خوفِ خدا، تقویٰ اور طہارت پیدا کرنے کے لیے ضروری ہے کہ کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مشعلِ راہ بنایا جائے اور انہیں وسیلہ گرداننا چاہئے کیونکہ کتاب اللہ کا مطالعہ کئے بغیر انسان کے دل میں خوفِ الٰہی پیدا نہیں ہو سکتا۔ اس کی تلاوت سے خدا کا نام لینے کی رغبت ہوتی ہے۔ ذکرِ الٰہی کی توفیق نصیب ہوتی ہے۔ دل میں ایک نور پیدا ہوتا ہے۔ اور رفتہ رفتہ گناہوں کی کثرت سارے قلب کو سیاہ کر دیتی ہے۔ اور جب یہ کیفیت ہو جائے تو اللہ کی طرف سے نیکی کرنے کی طاقت سلب ہو جاتی ہے۔ برخلاف اس کے ذکرِ الٰہی سے قلب مصفیٰ اور مجلیٰ ہوتا ہے۔ اور خدا خود فرشتوں کی مجلس میں اپنے ذکر کرنے والے بندے کا ذکر کرتا ہے۔

محترم حضرات! وحی کی دو قسمیں ہیں۔ وحی جلی اور وحی خفی — اللہ تعالیٰ نے جو کلام بذریعہ جبریل حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا اور اللہ رب العزت کے ہی الفاظ میں نقل ہوا۔ اسے قرآنِ کریم یا وحی جلی کہتے ہیں۔ جو چیزیں حضور کے قلبِ اطہر پر اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے القاء ہوئیں اور حضورؐ نے انہیں اپنے الفاظ میں بیان فرمایا۔ انہیں وحی خفی یا حدیث شریف کہتے ہیں۔ اسی لیے حدیثِ پاک کو بھی ہم حکمِ خداوندی مانتے ہیں۔

حدیثِ قدسی ہے:-

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِيْ بِيْ وَاَنَا مَعَهٗ اِذَا ذَكَرَنِيْ فَاِنْ ذَكَرَنِيْ فِيْ نَفْسِهٖ ذَكَرْتُهٗ فِيْ نَفْسِيْ وَاِنْ ذَكَرَنِيْ فِيْ مَلَاٍ ذَكَرْتُهٗ فِيْ مَلَاٍ خَيْرٍ مِّنْهُمْ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

ترجمہ:- ابی ہریرہ سے روایت ہے۔ کہ انہوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ میں اپنے بندے کے ساتھ ویسا ہی ہوں جیسا کہ میرا بندہ میرے ساتھ گمان کرے۔ اور میں اس کے ساتھ ہوں۔ وہ مجھے یاد کرتا ہے۔ پس اگر وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے۔ تو میں بھی اسے اپنے جی میں یاد کرتا ہوں۔ اور اگر وہ مجھے مجلس میں یاد کرتا ہے۔ تو میں اسے ایسی مجلس میں یاد کرتا ہوں جو ان سے بہتر ہے۔

دیکھیے اس حدیث میں ذکر الٰہی کرنے والوں کو معیتِ خداوندی کی خوش خبری دی جا رہی ہے۔ (اَنَا مَعَہٗ) اور ذاکرین کے لیے بشارت ہے کہ ان کا ذکر خداوند قدوس خود بھی کرتے ہیں۔ اور فرشتوں کی مجلس میں بھی ان کا تذکرہ کیا جاتا ہے — اب اس سے بڑھ کر انسان کے لئے فضیلت کی بات اور کیا ہو سکتی ہے؟ کہ خدا اس کا ذکر کرے اور اس کے ساتھ ہو — قرآن عزیز میں اسی لیے فرمایا گیا ہے "وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ" اللہ کا ذکر سب سے بڑھ کر ہے۔

محترم حضرات! حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے تلقین کردہ اذکار قلبی، سِرّی، روحی، نفسی، خفی، اخفیٰ وغیرہ جو آپ کرتے ہیں۔ ان کا درجہ بارگاہِ الٰہی میں بہت بلند ہے۔ یاد رہے جیسا گمان کوئی اپنے مولا کریم سے رکھتا ہے ویسا ہی اپنے آپ کو اس کے نزدیک پاتا ہے۔ ظاہر ہے ہم تمام اذکار رضائے الٰہی کی خاطر کرتے ہیں۔ اور ایسا کرنے سے رضائے الٰہی کا تمغہ ہمیں بارگاہِ خداوندی سے ضرور ملتا ہے۔ ہمارے خاندان قادریہ کا طریق ہے کہ ذکر قلبی پوشیدہ طور سے کیا جائے۔ اور چنانچہ یہ طریق ریا سے قطعی پاک اور اخلاص پر مبنی ہے۔ اور سب سے بڑا فائدہ اس کا یہ حاصل ہوتا ہے کہ اللہ بھی ہمیں یاد کرتا ہے۔ اور اس کی معیت ہمیں نصیب ہوتی ہے

عَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا اُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرِ اَعْمَالِكُمْ وَاَزْكَاهَا عِنْدَ مَلِيْكِكُمْ وَاَرْفَعِهَا فِيْ دَرَجَاتِكُمْ وَخَيْرٌ لَّكُمْ مِّنْ اِنْفَاقِ الذَّهَبِ وَالْوَرِقِ وَخَيْرٌ لَّكُمْ مِنْ اَنْ تَلْقَوْا عَدُوَّكُمْ فَتَضْرِبُوْا اَعْنَاقَهُمْ وَيَضْرِبُوْا اَعْنَاقَكُمْ قَالُوْا بَلٰى قَالَ ذِكْرُ اللّٰهِ - (رَوَاهُ مَالِكٌ وَاَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَةَ اِلَّا اَنَّ مَالِكًا وَقَفَهٗ عَلٰى اَبِي الدَّرْدَاءِ)

ابی درداء سے روایت ہے۔ کہا انہوں نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا میں خبر نہ دوں تمہیں تمہارے اچھے اعمال کی۔ جو بہت پاکیزہ ہیں تمہارے بادشاہ کے ہاں (مالک) اور تمہارے درجات کی بلندی کا باعث ہیں۔ اور تمہارے سونے اور چاندی کے خرچ کرنے سے بھی بہتر ہیں اور اس سے بھی بہتر ہیں کہ تم دشمن کو مارو پھر تم ان کی گردنیں مارو اور وہ تمہاری گردنیں ماریں۔ عرض کیا (صحابہ نے) "ہاں" فرمایا۔ آپؐ نے وہ اللہ کا ذکر۔"

برادرانِ مکرم! میرے استاد مکرم مولانا ضیاء الحق صاحب (اللہ انہیں تادیر سلامت رکھے) جن سے میں نے علم حدیث پڑھا ہے۔ وہ دورانِ درس صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متعلق اکثر فرمایا کرتے تھے۔ کہ یہ حضرات

حیاتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

اہل سنت والجماعت کے بعض عقائد وہ ہیں جن پر قرآن و سنت کی روشنی میں صلحائے امت نے اجماع کیا ہے۔ منجملہ ان مسائل میں سے ایک مسئلہ انبیاء علیہ السلام کی حیات کا ہے، کہ انبیاء علیہم السلام عالم برزخ میں باجسام عنصریہ زندہ ہیں۔ انہی اجسام سے نماز پڑھتے ہیں۔ جو شخص وہاں حاضر ہو کر صلوٰۃ وسلام عرض کرتا ہے۔ اس کو سنتے ہیں اور اس کا جواب عنایت فرماتے ہیں۔ اس مسئلہ کی تحقیق کے لئے سابق شیخ التفسیر دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا حافظ محمد ادریس صاحب شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ نے ایک رسالہ لکھا ہے جس میں براہین و دلائل سے ثابت کیا گیا ہے کہ انبیائے علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ یہ رسالہ چھپ چکا ہے پہلی فرصت میں طلب کریں شاید جلدی ختم ہو جائے۔ قیمت کاغذ اعلیٰ ۱۰ ر متوسط ۵۰ پیسے۔ علاوہ محصول ڈاک

ملنے کا پتہ۔ مولانا منظور الحق خطیب جامع مسجد سعدی پارک مزنگ لاہور۔

نیکیوں کے ٹھیکیدار تھے — حضور کا یہ خطاب اسی پاک اور مقدس جماعت سے ہو رہا ہے کہ انبیاء کے بعد جس کی نظیر روئے زمین پر نہیں ملتی — اور تلقین کیا کی جا رہی ہے کہ اعمال میں سب سے بہتر حتیٰ کہ جہاد سے بھی بڑھ کر اللہ کے ذکر کی فضیلت ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اخلاص سے اپنی یاد کرنے کی توفیق دے۔ اور ہمارے اذکار کو قبول فرمائے حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جمعہ پڑھ کر یہ نہ سمجھ بیٹھنا کہ کامیاب ہو گئے۔ کامیابی کا پتہ قبر میں جا کر ہوگا وہاں معلوم ہوگا کہ آیا نماز قبول ہوئی یا نہیں؟ اسی طرح ہمارے تمام اعمال کا علم کہ وہ مقبول بارگاہِ الٰہی ہوئے ہیں یا نہیں قبر میں جا کر ہوگا — چنانچہ اعمال کی قبولیت کے لئے معیار اخلاص، تقویٰ اور دل کی صفائی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارا خاتمہ بالخیر فرمائے۔ ایمان و یقین اور اخلاص کی دولت سے نوازے۔ ذات پات، قوم اور نسب کے غرور سے ہمیں بچائے اور تقویٰ و طہارت کے مدارج علیا پر فائز کرے کہ یہی فعل اس کے نزدیک پسندیدہ اور بندہ کے اکرام کا باعث ہے۔ آمین۔

تلاش گمشدہ

ایک لڑکا جس کا نام کالا ہے۔ دو ماہ سے لاپتہ ہے عمر ۱۲ سال شکل دیوانہ۔ رنگ کالا۔ والدین غریب ہیں۔ لیکن مندرجہ ذیل پتہ پر اطلاع دینے یا لڑکے کو پہنچانے والے کو مبلغ پانچ روپے انعام دینے کو تیار ہیں۔

صوفی عبداللہ موچی۔ محلہ لبانہ۔ ڈونگہ بونگہ ضلع بہاول نگر۔

تصحیح

خدام الدین کے گذشتہ سے پیوستہ شمارہ میں دعوت کا سالانہ چندہ ۸/- کی بجائے ۶/- سالانہ چھپ گیا ہے۔ قارئین تصحیح فرما لیں۔ سالانہ چندہ ۸/- ہے اور ششماہی ۴/- روپیہ

منیجر ہفت روزہ دعوت
۱۴ بی شالم لاہور

امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھی

کے حالاتِ زندگی

جناب محمد مقبول عالم صاحب
بی، اے لاہور

تحریک ولی اللّٰہی میں مولانا عبید اللہ سندھی کا مقام

امام ولی اللہ دہلوی نے ۵ مئی ۱۷۳۱ء سے اپنی انقلابی تحریک کا آغاز کیا۔ جس کا مقصد یہ تھا کہ نئے دور میں جس کا طلوع اٹھارھویں صدی کی ابتدا سے ہوا تھا۔ نئے انسانی مسائل کو حکمت اسلام کی روشنی میں حل کرنے کے لیے ہدایات دی جائیں۔ تاکہ پچھلے دور کی طرح اس دور میں بھی اسلام کا غلبہ قائم رکھا جائے اس تحریک کا آغاز دہلی سے ہوا۔ اور برعظیم پاکستان و ہند میں مغلیہ شاہی سلطنت کے بعد اسلامی جمہوری حکومت قائم کرنا اس سلسلے کی پہلی کڑی قرار پایا تاکہ اس کے ذریعے برعظیم کے باشندوں کو بین الاقوامی قرآنی انقلاب کے لیے تیار کیا جائے۔

اس تحریک کے پہلے دور میں جہاد کی تحریک منظم کی گئی سب سے پہلے امام ولی اللہ دہلوی کی زندگی میں پانی پت کی تیسری لڑائی (جنوری ۱۷۶۱ء) میں مرہٹوں کی بڑھتی ہوئی طاقت کا خاتمہ کیا گیا۔ پھر درۂ خیبر کے راستے دہلی کی طرف بڑھنے اور اس راہ میں حائل ہونے والی تمام طاقتوں کو مٹانے کا منصوبہ بنایا گیا۔ سکھوں کے ساتھ لڑائیاں ہوئیں پشاور کا علاقہ فتح کر کے وہاں حکومت موقتہ قائم کر لی گئی لیکن بدقسمتی سے یہ تحریک ۶ مئی ۱۸۳۱ء کو حادثۂ بالاکوٹ کا شکار ہو گئی۔ اس تحریک میں امام عبدالعزیز، امام محمد اسحٰق امیرالمومنین سید احمد شہید اور شاہ اسمٰعیل شہید اور ان کے ساتھیوں نے حصہ لیا۔

اس تحریک کا دوسرا دور امام محمد اسحٰق نے ۱۸۳۱ء سے شروع کیا۔ آپ ۱۸۴۱ء تک دہلی میں رہے۔ اور ۱۸۴۶ء تک مکہ معظمہ چلے گئے۔ ان کے نائب مولانا محمد قاسم ۱۸۷۹ء تک مولانا رشید احمد ۱۹۰۵ء تک اور پھر شیخ الہند مولانا محمود حسن ۱۹۲۰ء تک کام کرتے رہے۔ اسی سال تحریک کا دوسرا دور ختم ہو گیا۔

۱۸۵۷ء کے بعد دوسرے اسلامی ممالک کے ساتھ روابط قائم کر کے تحریک جہاد چلانے کا پروگرام بنایا گیا تھا۔ چنانچہ پہلی جنگ عظیم کے موقع پر شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ نے ترکی کی مدد سے کابل کو مرکز بنا کر انگریزوں کے خلاف تحریک جہاد چلانے کے لیے حرکت کی۔ وہ خود ترکی سے بات چیت کرنے کے لیے حجاز گئے۔ اور افغانستان کو تیار کرنے کے لیے اپنے شاگردوں میں سے ایک نومسلم شاگرد کو کابل جانے کا حکم دیا۔ یہ مولانا عبید اللہ سندھی تھے (رحمۃ اللہ علیہ) حضرت شیخ الہند کو انگریزوں نے ۱۹۱۵ء میں حجاز سے گرفتار کر لیا۔ اور انھیں جزیرہ مالٹا میں قید کر دیا۔ جنگ عظیم اول کے بعد ۱۹۲۰ء میں وہ رہا ہوئے لیکن واپس وطن آ کر فوت ہو گئے۔

مولانا عبید اللہ سندھیؒ سات سال کابل میں کام کرتے رہے آخر امیر امان اللہ خان سے انگریزوں کے ساتھ جنگ کروائی افغانستان کو ان کی بدولت استقلال نصیب ہو گیا لیکن مولانا کو کابل سے جانا پڑا۔ چنانچہ آپ روس کے راستے ترکی آئے وہاں ۱۹۲۴ء میں اپنی ذمہ داری پر تحریک ولی اللّٰہی کے تیسرے دور کا آغاز کیا اور برعظیم پاکستان و ہند کی آزادی اور آزادی کے بعد کے دور کے لیے ۱۹۲۶ء میں استنبول سے ایک پروگرام شائع کیا۔ اور اس میں صاف لکھا کہ برعظیم کو تقسیم کیا جائے۔ یہ گویا شمالی حصے میں اسلامی حکومت قائم کرنے کا حرف آغاز تھا۔

مولانا عبید اللہ سندھیؒ ۱۹۲۷ء میں ترکی سے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے اور وہاں ۱۹۳۹ء تک مقیم رہے اس عرصے میں اسلامی حکومت کو کامیابی کے ساتھ چلانے اور معاشی، معاشرتی، سیاسی، اخلاقی اور روحانی مسائل حل کرنے کے لیے حکمت ولی اللّٰہی کی طرف دعوت دیتے رہے۔ آخر کار اس دعوت کو اپنے وطن کے مسلم نوجوانوں میں عام کرنے کے لیے ۷ مارچ ۱۹۳۹ء کو کراچی کے ساحل پر اترے۔ پانچ سال جگہ جگہ اپنے پروگرام کی تشریح اور حکمت ولی اللّٰہی کی نشر و اشاعت میں مصروف رہے۔ بالآخر ۲۱ اگست ۱۹۴۴ء کو دین پور (خانپور) میں رحلت فرمائی۔ اور وہیں دفن ہوئے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

مولانا کی زندگی ہی میں ۱۹۴۰ء میں مسلمانوں کے لیے الگ خطے کا مطالبہ شروع ہوا اور آخر ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو برعظیم ہند تقسیم ہو کر پاکستان کی اسلامی مملکت معرض وجود میں آئی۔ اس طرح حضرت مولانا کے پروگرام کی ایک مد پوری ہو گئی

لیکن ابھی قرآن حکیم کے بین الاقوامی غلبے کے سلسلے میں ان کے پروگرام کی دوسری مدات کی تکمیل باقی ہے۔ اگر پاکستانی نوجوان حکمت ولی اللّٰہی کو اساس بنا لیں۔ تو وہ باقی مدات بھی جلدی پورا کر سکیں گے۔

تحریک ولی اللّٰہی میں امام انقلاب حضرت مولانا عبید اللہ سندھی کے مقام کے اس اجمالی تذکرے کے بعد اب ان کی زندگی کے حالات کا اجمالی تعارف کرایا جاتا ہے۔

ابتدائی حالات

مولانا عبید اللہ سندھیؒ بہ شب جمعہ قبل صبح ۱۰ مارچ ۱۸۷۲ء کو چیانوالی (ضلع سیالکوٹ) میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد رام سنگھ ان کی پیدائش سے چار ماہ پہلے ہی فوت ہو چکے تھے۔ ان کی عمر دو سال کی ہوئی تو ان کے دادا جسپت رائے نے بھی انتقال کیا اب ان کی والدہ انھیں ان کے ننھیال ڈیرہ غازی خاں لے گئی جہاں ان کے دو ماموں بدھا سنگھ اور سدھا سنگھ، جام پور میں پٹواری تھے۔ یہ لوگ کٹر سکھ تھے اور ان کے اثر سے مولانا عبید اللہ سندھیؒ کے والد رام رائے بھی سکھ ہو گئے تھے۔ اور انہوں نے اپنا نام رام سنگھ رکھ لیا تھا۔ مولانا کا نام بوٹا سنگھ تھا۔ مولانا کا خاندان اصل میں ساتنی تھا۔ اور آبائی پیشہ زرگری تھا۔ لیکن بہت سے افراد نے سرکاری نوکری کر رکھی تھی۔ اور بعض لوگ ساہوکارہ کرتے تھے۔ ان کے دادا جسپت رائے ولد گلاب رائے سکھوں کے زمانے میں اپنے گاؤں کے کاردار تھے۔

ننھیال کے اثر سے مولانا عبید اللہ بچپن ہی سے حکومت کے خواب دیکھا کرتے تھے۔ گو وہ سکھ حکومت تھی۔ چنانچہ ایک دفعہ جب اخباروں میں یہ خبر چھپی کہ مہاراجہ دلیپ سنگھ کو جو انگلستان میں نظر بند تھے، پنجاب واپس آنے کی اجازت مل گئی ہے۔ تو اس سکھ گھرانے میں گھی کے چراغ جل گئے۔ لیکن جب ایک ہفتے کے بعد یہ خبر آئی کہ مہاراجہ کو عدن سے واپس بلا لیا گیا ہے۔ تو اسی خاندان میں ماتم کی سی حالت پیدا ہو گئی۔

یہ حالات اور خیالات تھے جن میں مولانا نے اپنا بچپن گزارا۔ ان کی عمر چھ سال کے قریب ہوئی، تو انھیں جام پور کے ورنیکلر مڈل سکول میں داخل کرا دیا گیا۔ گنوار ماحول کے باوجود انہوں نے اس چھوٹی عمر میں اپنے ساتھی بچوں میں ایک طرح کی عزت اور محبت حاصل کر لی۔ اور ان کے سلوک اور رویے کی وجہ سے کوئی بچہ انھیں گالی نہیں دے سکتا تھا اور نہ کوئی استاد ان کا ادھورا نام پکارتا تھا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ مدرسہ لگ چکا تھا۔ بچوں کی حاضری پکاری جا رہی تھی۔ جب اس سکھ بچے کا نام پکارا گیا تو استاد نے اس کا ادھورا نام لیا۔ اتفاق سے اس کا ماموں وہاں آ نکلا۔ اس نے گھر واپس جاتے ہی انسپکٹر مدارس کو شکایتی خط لکھا۔ کہ ہم اپنے بچوں کی یہ بے عزتی برداشت نہیں کر سکتے۔ انسپکٹر نے ہیڈ ماسٹر کو لکھا۔ اور اس نے استاد کی توجہ اس شکایت کی طرف دلائی۔ استاد صاحب نے اپنے ننھے شاگرد سے معذرت کی۔ اس کے بعد اس کا پورا نام پکارا جانے لگا۔ اور اس کے استاد یہ بھی جان گئے کہ یہ بچہ جھوٹ نہیں بولتا۔ اس لیے بچوں کے آپس کے جھگڑوں میں اکثر اس کی گواہی پر فیصلے کئے جاتے تھے۔ گو اس قسم کی گواہی دینے کی وجہ سے اسے کبھی کبھی اپنے سے بڑی عمر کے لڑکوں سے پٹنا بھی پڑا۔ لیکن سچی گواہی دینے سے وہ کبھی باز نہ آیا۔

مدرسے کی پڑھائی میں اسے سب سے زیادہ دلچسپی ریاضی سے تھی۔ اسے دوسرے درجے پر تاریخ کے ساتھ لگاؤ پیدا ہو گیا تھا۔ اور وہ اپنے مدرسے میں چوٹی کے طالب علموں میں گنا جانے لگا۔ گھر میں بڑے ماموں جس قدر دھرم کے شیدائی تھے، چھوٹے ماموں اسی قدر آزاد تھے۔ اس ہونہار بچے کے دل پر دونوں اثر پڑ رہے تھے۔ جس کی وجہ سے وہ اس چھوٹی عمر میں نہ مذہب سے بالکل غافل رہا۔ نہ زیادہ پابند ہوا۔

اسلام کی طرف رجحان

۱۸۸۴ء میں اس سکھ طالب علم کو اپنے مدرسے کے ایک ساتھی سے جو آریہ سماجی تھا۔ مولانا عبید اللہ پائلی کی کتاب "تحفۃ الہند" ملی۔ اتفاق سے یہ ایک نومسلم کی لکھی ہوئی تھی۔ جس نے اس کتاب میں اسلام اور ہندو دھرم کا مقابلہ کر کے دکھایا تھا کہ اسلام ہندو دھرم سے فائق ہے اس نوعمر طالب علم نے اسے خوب اچھا طرح پڑھا۔ اور اس سے بہت اثر لیا۔ ان کے گاؤں سے کچھ دور کوٹلہ مغلاں میں ایک ابتدائی مدرسہ تھا۔ اس کی چند ہندو طالب علموں سے دوستی ہو گئی۔ وہ بھی اس کتاب کا مطالعہ کرتے تھے اور اس کی بہت تعریف کرتے تھے۔ ان کے ذریعے سے مولانا اسماعیل شہیدؒ کی کتاب "تقویۃ الایمان" مل گئی۔ اس کے

پڑھنے سے اسلامی توحید اور ہندوانہ شرک کا فرق اچھی طرح ذہن میں بیٹھ گیا۔ اور مولانا شہیدؒ سے ایک قسم کا دلی لگاؤ پیدا ہو گیا۔ اس کے بعد پنجابی میں مولوی محمد صاحب لکھوکی کی "احوال الآخرۃ" ایک مولوی صاحب سے مل گئی۔ اس کا بھی اس نوجوان طالب علم کے دل و دماغ پر بہت اثر ہوا۔ اب اس نے نماز بھی سیکھ لی۔ اور "تحفۃ الہند" کے مصنف کے نام پر اپنا نام "عبید اللہ" تجویز کر لیا۔

اب اس سکھ لڑکے کی عمر ۱۶ سال کے قریب ہو چکی تھی۔ اور وہ آٹھویں جماعت میں پڑھتا تھا۔ اس نے سوچا کہ اگرچہ اسلام کی باتیں سچی ہیں۔ دل انھیں مانتا اور عقل قبول کرتی ہے۔ لیکن مسلمان بن کر وہ جس سوسائٹی میں رہے گا، اس میں نہ ماں ہو گی جس نے استنے سال تک خون پسینہ ایک کر کے پروان چڑھایا ہے۔ نہ بہنیں ہوں گی جو بھائی پر جان نچھاور کرنے کو تیار ہیں۔ نہ ماموں ہوں گے جنھوں نے اس کے لیے ہر قسم کی آسائش مہیا کر رکھی ہے۔ مسلمان ہو جانے کے بعد سارے خاندان سے الگ ہو جانا پڑے گا۔ کیا کوئی ایسی ترکیب نہیں ہو سکتی کہ دل کی بات بھی پوری ہو جائے اور عزیزوں کو بھی نہ چھوڑنا پڑے؟ جب اس مشکل کا کوئی حل نہ سوجھا تو اس نے خیال بنایا کہ اچھا مڈل پاس کرنے کے بعد جب ہائی سکول میں جاؤں گا۔ تو اسلام کا اظہار کروں گا۔ لیکن ذہنی انقلاب کی جو آگ اس کے سینے میں دہک رہی تھی۔ اسے چین نہ لینے دیتی تھی۔

اظہارِ اسلام

آخر سچائی کی کشش غالب آئی۔ اور وہ ۱۵؍اگست ۱۸۸۷ء کو اللہ پر بھروسہ کر کے چپ چپاتے گھر سے نکل کھڑا ہوا۔ اس نے نہ ماں کی پروا کی۔ نہ بہنوں کی۔ نہ گھر کا خیال کیا۔ نہ ماموں کا۔ نہ تعلیم نے اس کا راستہ روکا، نہ وہ مستقبل کے حالات سے ڈرا۔ اتفاق کی بات ہے۔ کہ آج بھی جمعہ کا دن تھا۔ اور سورج کو گرہن لگا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ کوٹلہ مغلاں کا ایک ساتھی عبدالقادر نامی تھا۔ یہ دونوں لڑکے عربی مدرسے کے ایک طالب علم کے ساتھ کوٹلہ رحم شاہ (ضلع مظفر گڑھ) پہنچے۔ وہاں ایک سید صاحب کے ہاں ٹھہرے اور ۲۹؍اگست ۱۸۸۷ء کو اسلام کا اظہار کیا۔ ختنے کی رسم ادا ہوئی اور "عبید اللہ" نام ہوا۔ اور حضرت سلمان فارسی کے طریق پر عبید اللہ بن اسلام لکھنے لگے۔ اس کے بعد جب ان کے اعزہ تعاقب کرنے لگے۔ تو وہ سندھ کی طرف روانہ ہو گئے۔ عربی صرف کی کتابیں راستے میں اس طالب علم سے پڑھنا شروع کر دی تھیں۔

قیامِ سندھ

سندھ میں حضرت حافظ محمد صدیق رحمۃ اللہ علیہ بھرچونڈی شریف والے کی خدمت میں پہنچے جو اپنے وقت کے جنید اور سید العارفین تھے۔ چند ماہ ان کی صحبت میں رہے۔ اس کا فائدہ یہ ہوا کہ اسلامی معاشرت ان کے لیے اس طرح طبیعت ثانیہ بن گئی۔ جس طرح ایک پیدائشی مسلمان کی ہوتی ہے۔ مولانا نے حضرت کو اپنا دینی باپ بنایا۔ اور قادری راشدی طریقے میں ان سے بیعت کر لی۔ اور تصوف و طریقت کی ابتدائی منزلیں طے کر لیں پھر ریاست بہاولپور کی دیہاتی مساجد میں ابتدائی عربی کتابیں پڑھتے رہے اور دین پور میں سید العارفین کے خلیفہ اول شیخ المشائخ حضرت مولانا ابوالسراج غلام محمد صاحب سے بھی ملے۔

دارالعلوم دیوبند میں داخلہ

ستمبر ۱۸۸۸ء میں دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے یہاں حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن جیسے استاد ملے یہ حضرت مولانا محمد صدیقؒ کی دعا کا نتیجہ تھا۔ مولانا نے دیوبند میں تمام اسلامی علوم پر عبور حاصل کیا۔ عربی زبان پڑھی۔ تاکہ قرآن سمجھیں۔ تفسیر اور حدیث کا مطالعہ کیا۔ فقہ پڑھی۔ منطق اور فلسفہ میں درک پیدا کیا۔ ان کی طبیعت جم گئی۔ اور اس تعلیم اور مطالعے نے انہیں پکا مسلمان بنا دیا۔ مولانا فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ اور امام ابوحنیفہؒ کو بھی ایک مرتبہ خواب میں دیکھا۔

مراجعت سندھ

دیوبند سے فارغ التحصیل ہو کر مولانا سندھ لوٹے اور حضرت سید العارفین کے دوسرے خلیفہ قطب الاقطاب حضرت مولانا تاج محمود صاحبؒ کے پاس امروٹ، ضلع سکھر پہنچے، انہوں نے ان کی شادی کرا دی۔ اور ان کی والدہ کو بھی بلوا دیا۔ جو اخیر وقت تک مولانا کے پاس رہیں۔ اس عرصے میں طریقہ قادریہ اور نقشبندیہ مجددیہ کے اشغال اذکار بھی خلیفہ غلام محمد دین پوری سے سیکھتے رہے۔ امروٹ میں مطبع قائم کیا۔ اور دو سال تک چلایا۔ یعنی عربی اور سندھی کی نایاب کتابیں طبع ہوئیں۔ پھر ۱۹۰۱ء میں گوٹھ پیر جھنڈا کے پیر حضرت مولانا راشد اللہ صاحب العلَم چہارم نے آپ کی خاطر مدرسہ دارالرشاد قائم کیا۔ اور آپ یہیں مقیم ہو گئے۔ سات سال تک تعلیمی اور انتظامی کامل اختیارات کے ساتھ کام کرتے رہے۔ اکابر علماء میں سے حضرت مولانا شیخ الہند اور حضرت مولانا شیخ حسین بن محسن یمانی اس درس گاہ کے طلبہ کے امتحان کے لیے تشریف لاتے۔ مولانا فرماتے ہیں۔ کہ میں نے اس مدرسہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت خواب میں کی۔ امام مالک کو بھی خواب میں دیکھا۔ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی اپنے پاس رکھ کر اسی مدرسے میں ابتدائی تعلیم دی۔

معاودت دیوبند

۱۹۰۹ء میں حضرت شیخ الہند نے دیوبند طلب فرمایا اور وہیں رہنے کا حکم دیا۔ یہاں آپ نے جمعیت الانصار دیوبند قائم کی جو دیوبند کے فارغ التحصیل طلبہ کی تنظیم تھی۔ یہ آگے چل کر جمعیۃ العلماء ہند بن گئی۔ اس جمعیۃ کو چلانے میں مولانا محمد صادق سندھیؒ، مولانا ابو محمد لاہوری اور حضرت مولانا احمد علیؒ ان کے ساتھ شریک رہے۔

اسی دوران میں ایک افسوسناک واقعہ پیش آیا انگریز وائسرائے نے جب مہتمم دارالعلوم دیوبند پر دباؤ ڈالا۔ کہ مولانا عبید اللہ سندھی کی تحریک برطانوی حکومت کے مفاد کے خلاف ہے۔ اس لیے انہیں دیوبند سے نکال دیا جائے۔ ورنہ دارالعلوم کو بموں سے اڑا دیا جائے گا۔ تو انہوں نے حضرت شیخ الہند سے کہا۔ کہ بعض سیاسی مصالح کا تقاضا ہے کہ مولانا عبید اللہ کو دیوبند سے نکال دیا جائے۔ تو انہوں نے فرمایا۔ کہ "محمود پہلے نکلے گا اور عبید اللہ بعد میں نکلے گا۔" جب یوں بات نہ بنی تو کفر کا فتوے تیار کیا گیا۔ وہ ابھی شائع نہیں ہوا تھا کہ مولانا کو پتہ چل گیا۔ اور انہوں نے خود ہی دیوبند سے چلے جانے کا ارادہ کر لیا۔ تاکہ ان کی وجہ سے دارالعلوم کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔ حضرت شیخ الہند خود انہیں دہلی لائے اور حکیم اجمل خاں اور ڈاکٹر انصاری کے حوالہ کیا کہ مولانا یہاں کام کریں گے۔ انہوں نے بیگم صاحبہ بھوپال سے تعارف کرایا۔ اور اس نے خرچ کا سارا ذمہ خود لیا۔

نظارۃ المعارف (دہلی)

چنانچہ ۱۹۱۲ء میں حضرت شیخ الہند کے حکم سے مولانا کا کام دیوبند سے دہلی منتقل ہوا۔ اور یہاں مدرسہ "نظارۃ المعارف" قائم ہوا۔ جس کی پہلی کلاس میں پانچ دیوبند کے فاضل اور پانچ علی گڑھ کے گریجوایٹ لیے گئے۔ اور انہیں قرآن حکیم اور "حجۃ اللہ البالغہ" پڑھانی شروع کی۔ حضرت مولانا احمد علیؒ اس کلاس میں بھی شامل تھے۔ نظارۃ المعارف کے سرپرستوں میں شیخ الہند کے ساتھ حکیم اجمل خاں اور نواب وقار الملک ایک ہی طرح شریک تھے۔ حضرت شیخ الہند نے جس طرح چار سال دیوبند میں رکھ کر ان کا تعارف اپنی جماعت سے کرایا۔ اسی طرح دہلی پہنچ کر نوجوان طاقت سے ملایا۔ پہلے ڈاکٹر انصاری سے تعارف کرایا۔ ڈاکٹر انصاری نے مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا محمد علی سے ملایا۔ اس طرح دہلی میں مسلمانوں کی اعلیٰ سیاسی طاقت سے واقفیت حاصل کی۔

ہجرت کابل

اگست ۱۹۱۵ء میں حضرت مولانا شیخ الہندؒ کے حکم سے کابل چلے گئے۔ اور اپنے پیچھے مدرسہ کا نظام حضرت مولانا احمد علیؒ کے سپرد کر گئے۔ یہ پہلی عالمگیر جنگ کا زمانہ تھا۔ افغانستان پر اس زمانے میں امیر حبیب اللہ خاں کی حکومت تھی۔ امیر موصوف ایک حد تک دولت برطانیہ کے زیر اثر تھے۔ اور خاص طور پہ سلطنت کے خارجی معاملات میں وہ ایک معاہدہ کی رو سے پابند تھے۔ کہ کوئی قدم برطانیہ کے مشورے کے بغیر نہ اٹھائیں مولانا اور ان کے ساتھی چاہتے تھے کہ انگریزوں پر حملہ

کیا جائے۔ لیکن امیر صاحب برطانیہ سے بگاڑ مصلحت کے خلاف سمجھتے تھے۔ امیر حبیب اللہ خاں کے قتل کے بعد امان اللہ خاں امیر افغانستان بن گئے۔ وہ مولانا عبیداللہ سندھی کی بہت قدر کرتے تھے۔ اور انہیں اپنے خاص مشوروں میں شریک کرتے تھے۔ مولانا فرماتے ہیں۔ کہ ان کی سلطنت میں چند روز ہم نے اپنی حکومت کی ذرا سی جھلک دیکھ لی حضرت شیخ الہند کی وفات پہ بے نظیر مجلس فاتحہ خوانی منعقد کی۔ اور اس میں جو تقریر کی۔ اس کا ایک فقرہ یہ تھا "مولانا محمود الحسن یک کار را شروع کردند من اورا پورا ای کنم"

اسی دوران میں مہاجرین کی ایک کثیر تعداد کابل پہنچ گئی، حضرت مولانا احمد علیؒ بھی ہجرت کر کے ان سے جا ملے۔ لیکن مولانا سندھی نے انھیں واپس بھیجنا ہی مناسب سمجھا۔ البتہ ان کے دو چھوٹے بھائی مولانا محمد علی اور عزیز احمد مولانا سندھی کے ساتھ رہے اسلامیہ کالج لاہور کے ایک گریجوایٹ جناب ظفر حسن صاحب ان کے پرائیویٹ سیکرٹری تھے۔ جب مولانا نے امیر امان اللہ خاں سے انگریزوں پر حملہ کروایا، تو ظفر حسن ٹل کے محاذ پہ نادر خاں کے ساتھ تھے۔ مولانا محمد علی کو قندھار کے محاذ پہ رکھا۔ بالآخر انگریزوں کو صلح کرنی پڑی۔ انگریزوں کی طرف سے ایک غیر تحریر شدہ شرط یہ پیش کی گئی کہ مولانا عبیداللہ سندھی کو ہمارے حوالے کر دیا جائے۔ امیر امان اللہ خاں نے اسے منظور نہ کیا۔ مولانا کو جب علم ہوا کہ میری وجہ سے افغانستان کی آزادی کا معاہدہ رکا ہوا ہے۔ تو انہوں نے براستہ روس ٹرکی جانے کا پروگرام بنا لیا اور ویزے حاصل کر کے روس کو روانہ ہو گئے۔ بعد میں انگریزوں کے ساتھ معاہدہ ہوا۔ اور افغانستان کو استقلال نصیب ہوا۔ امیر امان اللہ خاں "ہز میجسٹی امان اللہ خان" بن گئے۔ اور افغانستان امارت سے دولت مستقلہ کے بلند مقام پر پہنچ گیا۔ اور خارجی و داخلی ہر لحاظ سے آزاد ہو گیا۔ یہ مولانا عبیداللہ سندھی کا افغانستان پر احسان تھا۔

سیاحت روس

مولانا ۱۹۲۳ء میں ٹرکی جاتے ہوئے سات ماہ ماسکو میں رہے۔ وہاں وہ سوشلزم کا گہرا مطالعہ کرتے رہے۔ سوویٹ نے انھیں معزز مہمان بنایا اور مطالعے کے لیے ہر قسم کی سہولتیں بہم پہنچائیں۔ مولانا فرماتے ہیں کہ میرے اس مطالعہ کا نتیجہ ہے کہ میں اپنی مذہبی تحریک کو جو امام ولی اللہ دہلوی کے فلسفے کی شاخ ہے۔ اس زمانے کے لادینی حملے سے محفوظ کرنے کی تدابیر سوچنے میں کامیاب ہوا۔ چنانچہ مولانا اسی وقت سے فلسفہ ولی اللہی کے شدت کے ساتھ داعی بن گئے۔

ورود ٹرکی

ماسکو سے مولانا ٹرکی آ گئے۔ اس وقت مصطفےٰ کمال صدر بن چکے تھے۔ اور خلافت منسوخ کی جا چکی تھی۔ مولانا روسی انقلاب تو دیکھ ہی چکے تھے۔ اب ٹرکی انقلاب بھی دیکھا۔ اور تحریک اتحاد اسلامی کا بھی مطالعہ کیا لیکن انہیں مستقبل قریب میں اس کا کوئی مرکز نظر نہ آیا۔ اس لیے مولانا نے تحریک ولی اللہی کے دوسرے دور کے پروگرام کے خاتمے پر تیسرا دور چلانے کے لیے ایک نیا پروگرام بنایا۔ تاکہ وہ بتائیں کہ حصول آزادی اور انقلاب حکومت کے بعد برعظیم پاکستان و ہند کے مسلمان آزاد اور فعال قوم کس طرح رہ سکیں گے۔ اسی غرض سے مولانا نے برعظیم کو مختلف آزاد ممالک میں تقسیم کرنا ضروری سمجھا۔ تاکہ شمالی حصہ میں مسلمانوں کی تنظیم اور قوت کا ذریعہ بن سکے۔ یہ پروگرام پہلے اردو میں ۱۹۲۴ء میں اور پھر انگریزی میں ۱۹۲۶ء میں شائع کیا گیا اس کا داخلہ انگریزوں نے برعظیم میں ممنوع قرار دے دیا۔ اردو پروگرام کی نقل رسالہ "تاریخ و سیاست" (کراچی) شمارہ فروری ۱۹۵۴ء میں مولانا عزیز احمد صاحب کی وساطت سے ایک تاریخی یادداشت کے طور پہ شائع ہو چکی ہے انگریزی پروگرام کی ایک کاپی جناب ظفر حسن صاحب نے ٹرکی سے پاکستان آ کر ولی اللہ سوسائٹی لاہور کو مرحمت فرمائی تھی۔

نزول مکہ معظمہ

ٹرکی سے مولانا نے سرزمین حجاز کا رخ کیا۔ راستے میں اٹلی اور سوئٹزرلینڈ کی سیاحت کی ۱۹۲۷ء میں آپ مکہ مکرمہ پہنچ گئے۔ یہاں ابن سعود کی حکومت قائم ہو چکی تھی بارہ سال تک مولانا حجاز میں مقیم رہے۔ یہاں کوئی سیاسی کام نہ کیا۔ البتہ مولانا کا سارا زمانہ درس و تدریس میں صرف ہوا۔ اور امام ولی اللہ دہلوی کی کتابوں کو پڑھتے اور پڑھاتے رہے۔ اس عزلت میں وہ اپنی گزشتہ زندگی اور اس کے تجربات کا برابر جائزہ لیتے رہے مولانا فرماتے ہیں، کہ میں قرآن عظیم اور حجۃ اللہ البالغہ کا بنظر عمیق مطالعہ کرتا رہا۔ تفسیر قرآن میں جس قدر مقامات میرے لیے مشکل تھے۔ اس زمانے میں انہیں امام ولی اللہ دہلوی کے اصول پر بالاطمینان حل کر سکا۔ مجھے اپنے اصول پر قرآن عظیم میں اس زمانہ میں قابل عمل تعلیم کا ایک مکمل نصاب نظر آیا۔ اس میں اس تجلی پر مقدس مقام کی تاثیر ضرور ماننا پڑتی ہے۔ مولانا نے اپنے افکار بھی مرتب کیے۔ لیکن حجاز والے نہ ان کی باتیں سمجھ سکتے تھے نہ وہ کسی بلند اسلامی پروگرام کو چلا سکتے تھے۔ اس لیے مولانا نے خیال کیا میرے افکار سے میرے اہل وطن ہی فائدہ اٹھا سکتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے واپس وطن آنے کا ارادہ بنایا۔ اور حکومت کی وہ تمام قیود و شرائط اپنے اوپر از خود عائد کر لیں جن کے مانے بغیر ان کا آنا مشکل تھا

مراجعت وطن اور سفر آخرت

۷ مارچ ۱۹۳۹ء کو مولانا کراچی کے ساحل پر اترے اور امام ولی اللہ دہلوی کے فلسفے اور اپنے پروگرام کی ہدایت کی تشریح اور نشر و اشاعت فرماتے رہے۔ جس کے لیے آپ نے جا بجا خطبے دیئے۔ اور "حجۃ اللہ البالغہ" وغیرہ کا درس دیتے رہے۔ اور اس کے لیے مختلف شہروں میں بیت الحکمت قائم کیے۔ چنانچہ ۲۴ دسمبر ۱۹۳۹ء کو دار الرشاد گوٹھ پیر جھنڈا میں، ۳۰ دسمبر کو مظہر العلوم کراچی میں، ۲۲ اکتوبر ۱۹۴۰ء کو دین پور میں، اور نومبر ۱۹۴۰ء میں لاہور میں بیت الحکمت کھولے۔ اور ۱۵ مارچ ۱۹۴۴ء کو لاہور میں ولی اللہ سوسائٹی کی بنیاد رکھی۔ آخر کار ایک سچے انقلابی کی طرح آخر دم تک کام کرتے ہوئے ۲۱ اگست ۱۹۴۴ء کو اعلیٰ علیین کو سدھارے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

مولانا نے اپنے خیالات و افکار کو امالی کی صورت میں کئی ہزار صفحات میں لکھوا دیا۔ جو ولی اللہ سوسائٹی۔ (۲۴۳۔ ۲ این سمن آباد) لاہور کے پاس محفوظ ہیں۔ اور انھیں مرتب کر کے وقتاً فوقتاً شائع کیا جاتا ہے۔ اس میں قرآن حکیم کی بعض سورتوں کی تفاسیر ہیں حضرت امام صاحب کی کتابوں کی تشریحات ہیں۔ اور اہم مسائل حاضرہ پر مقالات ہیں۔ انہوں نے حزب امام ولی اللہ دہلوی کی اجمالی تاریخ کا مقدمہ۔ بعنوان "شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک" بھی لکھا۔ جو کتابی شکل میں شائع ہو چکا ہے ان کا ایک مقالہ جو "الفرقان" (شاہ ولی اللہ نمبر) بریلی میں چھپا تھا وہ بھی بعنوان "شاہ ولی اللہ اور ان کا فلسفہ" کتابی شکل میں شائع ہو چکا ہے۔ خطبات کا مجموعہ بھی چھپ چکا ہے۔ تفسیری سلسلہ میں سورۃ مزمل۔ مدثر۔ فتح، محمد، عصر، اخلاص و معوذتین کی تفاسیر چھپ چکی ہیں۔ اور باقی زیر ترتیب ہیں۔

مولانا عبیداللہ سندھی اور ان کے افکار و نظریات



شیخ بشیر احمد صاحب
بی اے
لدھیانوی

مولانا عبیداللہ سندھی رحمتہ اللہ علیہ ۱۸۶۲ء میں سیالکوٹ کے ایک سکھ گھرانے میں پیدا ہوئے۔ ۱۸۸۸ء میں اظہار اسلام کیا۔ مختلف عربی مدارس میں ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد دیوبند سے تکمیل کی۔ وہیں شیخ الہند مولانا محمود الحسن رحؒ کی توجہ میں آگئے اور ان کے سیاسی مسلک سے منسلک ہوگئے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب ہمارے اہل فکر سیاست کسی نہ کسی قسم کی بین الاسلامیت کے قائل تھے۔ مولانا شیخ الہند ترکی خلافت کو بین الاسلامیت کا مرکز مانتے تھے۔ اسی زمانے میں یورپ کی مختلف اقوام دنیا کو مختلف سیاسی حلقوں میں تقسیم کرکے اپنے تصرف میں لا چکی تھیں۔ ان میں سے سب سے وسیع حلقہ دولت برطانیہ کا تھا۔ جس کی حکومت دنیا کے بہت بڑے خطے پر تھی۔ اس کی طاقت کا سب سے بڑا مرکز برعظیم ہند تھا۔ دوسرے درجے پر فرانس تھا۔ جس کے قبضے میں افریقہ کا بہت بڑا رقبہ تھا۔ پرتگیز بھی افریقہ کے اچھے خاصے حصے پر قابض تھے۔ جرمنی کی طاقت ابھر رہی تھی۔ لیکن اسے پھیلنے کے لئے جگہ نہ ملتی تھی۔ ادھر ایشیا میں جاپان ایشیائی اقوام کا لیڈر بننے کے خواب دیکھ رہا تھا۔

یورپ کے سیاسی فکر میں قومیت کا تصور ایک خاص مقام حاصل کر چکا تھا۔ چنانچہ یورپ میں قومی حکومت کا وجود تسلیم کیا جا چکا تھا اس کا اثر دنیا کے اور علاقوں پر بھی پڑ رہا تھا۔ مسلمانوں میں ابھی اس کا اثر بہت دھیما تھا۔ جب مولانا عبیداللہ سندھی رحؒ کے سیاسی افکار نے بلوغ حاصل کیا۔ وہ اپنے محترم اساتذہ کے خیالات سے متاثر ہو کر بین الاسلامیت کے قائل ہو چکے تھے۔ اسی پروگرام کے تحت وہ کابل میں کام کرنے کے لئے ۱۹۱۵ء میں گئے لیکن وہاں جاکر بیرونی دنیا کے مطالعہ کرنے سے ان کی آنکھیں کھلیں۔ اور انہیں اپنے افکار میں تبدیلی کرنی پڑی۔

مولانا سندھی کی تجدید

مولانا عبیداللہ سندھیؒ نے کابل جاکر جب بین الاقوامی سیاست کا مطالعہ کیا تو انھیں یقین ہو گیا کہ بین الاسلامیت کا خواب اس وقت تک شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتا جب تک اسلامی ممالک پر یورپی طاقتوں کا قبضہ ہے اور اسلامی ممالک کو ان کے سربراہوں ـــــ بادشاہوں ـــــ کے ذریعہ سے ایک وحدت میں جمع کرنا ناممکن ہے۔ کیونکہ وہ سب کے سب یورپ کے زیر اثر ہیں۔ مسلم ممالک کو یورپ کے چنگل سے آزاد کرانے کے لئے ہر ملک میں جد وجہد کی اشد ضرورت ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہر ایک ملک قومی حکومت اور قومی امامیت کا تصور قبول کرلے۔ اور برعظیم ہند برطانوی قبضے سے آزاد ہو۔ اس کے لئے بھی ضرورت محسوس ہو گی۔ کہ ہند کو ایک برعظیم مان کر اور ایک زندہ اکائی تسلیم کرکے جد وجہد کی جائے۔ چنانچہ مولانا عبیداللہ سندھی نے قومی ریاست کا تصور قبول کر لیا۔ لیکن وہ اس تصور کو "مسلمان" بنانے میں کامیاب ہو گئے۔ یعنی ان کا قومیت کا تصور یہ بن گیا۔ کہ ہر ایک اسلامی ملک کی مالک ایک ایک قوم ہے۔ جس کا وجود اسلام کے ساتھ وابستہ ہے۔ چنانچہ کابل کے قیام کے دوران ایک سیاست دان نے آپ سے پوچھا۔ کہ آپ مسلمان پہلے ہیں یا ہندوستانی؟ تو آپ نے جوابی سوال پوچھا۔ کہ تم اپنے باپ کے بیٹے پہلے ہو یا ماں کے؟ ظاہر ہے کہ اس تمیز کا کوئی حیاتیاتی وجود نہیں ہے۔ اس طرح میں ایک ہی وقت میں اسلام کا فرزند بھی ہوں اور ہند کا بھی۔ میں ہند پر اس لئے قبضہ کرنا چاہتا ہوں۔ کہ اس میں دین اسلام کو غالب کروں جو کامل ترین اور بلند ترین انسانیت کا ترجمان ہے۔ سیاستدان مذکور اس کا جواب نہ دے سکا۔ غرض یوں مولانا عبیداللہ سندھی ایک طرح کی "اسلامی قومیت" کے قائل ہو گئے۔ حالانکہ یورپ کا تصور قومیت اس سے کچھ الگ قسم کا ہے۔

بین الاسلامی فیڈریشن

مولانا شیخ الہند کے تحت مولانا عبیداللہ سندھی کو اسلام کا جس قدر مطالعہ کرنے کا موقعہ ملا اس نے عام اسلام سے قدرے مختلف رنگ اختیار کیا۔ ان کے مطالعہ اسلام پر قرن اول (عہد نبوی) کے اسلام کا رنگ غالب تھا۔ چنانچہ انہوں نے سیاسیات پر ایک بین الاقوامی اسلامی ریاست کا تصور قائم کر لیا جو اپنی ابتدائی شکل و صورت میں بین الاسلامی فیڈریشن ہو گی اور جس کا مرکز مکہ مکرمہ میں ہو گا یا مدینہ منورہ میں۔

امام ولی اللہ دہلوی

مولانا عبیداللہ سندھیؒ کے اسلامی مطالعہ کی انتہا یہ تھی کہ انہوں نے شاہ ولی اللہ دہلوی (۱۷۰۳ – ۱۷۶۲) کو اپنے مذہبی افکار کا امام مان لیا۔ اور ان کی سیاست۔ اقتصادیات۔ معاشیات معاشریات۔ افکار لطیفہ خصوصاً فلسفہ اسلام اور فلسفہ تاریخ کو تقریباً کلی طور پر تسلیم کر لیا اور ساری عمر انہی کے فلسفے کے مطالعے اور نشر و اشاعت میں صرف کر دی۔ اس فلسفے کے مطابق مولانا سندھیؒ سیاست میں انفرادیت اور اجتماعیت کے امتزاج کے قائل تھے۔ اور ایک بلند۔ درجے کی جمہوریت کے دلدادہ تھے۔

اقتصادیات و معاشیات میں معاشی عدل کے قائل تھے۔ جس کا صحیح ترین تصور امام ولی اللہ نے دیا ہے۔

اخلاقیات میں وہ امام صاحب کے نظریہ عدالت کے قائل تھے جس کے تحت تمام اخلاق انسان کے نوعی تقاضوں کے مظہر قرار پاتے ہیں۔

فلسفہ عالیہ میں وحدۃ الوجود کے قائل تھے۔ جس کی تشریح ایسی کرتے تھے جو صحیح معنوں میں سائنٹفک ہے۔ اور اسلام کے بلند ترین خیالات کی ترجمان ہے۔

وہ تاریخ انسانیت کی بھی اس تشریح کو صحیح تسلیم کرتے ہیں جو امام ولی اللہ نے کی ہے۔ اور قرآن حکیم کی تصریحات کے عین مطابق ہے۔ اس سلسلے میں ان کا کمال وہاں نظر آتا ہے جہاں وہ تاریخ اسلام اور تاریخ ہند کی ترجمانی کرتے ہیں۔

مولانا سندھی اور انقلاب

وہ امام ولی اللہ دہلوی کی پیروی میں تمام اسلامی تعلیمات کی بنیاد انقلاب کو سمجھتے ہیں۔ اس کا فائدہ یہ ہے کہ اسلام کی تاریخ نہ صرف دنیا کے اور مذہبوں کی تاریخ سے نمایاں طور پر الگ نظر آتی ہے۔ بلکہ دور حاضر میں بھی اسلامی تعلیمات نہایت بلند سطح پر دکھائی دیتی ہیں جو مغربی سرمایہ داری اور روسی اشتراکیت سے کہیں اونچی ہے۔ اسلام اور قرآن حکیم کی یہی وہ تشریح ہے جو ان دونوں کو انسان کے لئے رہتی دنیا تک کیلئے رہنمائی کا مصدر بنا دیتی ہے۔ ان کا تصوف بھی انقلابی ہے اور جہاد کا تصور بھی انقلابی ہے وہ ساری عمر ایک انقلابی کی زندگی بسر کرتے رہے۔ یہاں تک کہ ان کے افکار پر کبھی جمود طاری نہیں ہوا۔ اور وہ حق کو قبول کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہتے۔

ترقی کی نئی راہیں

مولانا عبیداللہ سندھیؒ برعظیم ہند کے آخری دور کے مسلمانوں میں پہلے بزرگ ہیں۔ جنہوں نے ہند کے مسلمانوں کے ترقی کی راہیں کھولیں اور

ایک معین پروگرام ان کے سامنے پیش کیا انہوں نے اسلام کی سربلندی کے لئے ہند کی آزادی کو اپنا مطمع نظر بنایا اور مسلمانوں کو یہاں اپنی ہستی قائم کرنے کی تلقین کی۔ تاریخ ہند کا یہ عجیب منظر ہے کہ جو قومیں باہر سے آئیں وہ یہاں کی ہندو معاشرت میں ہضم ہوتی گئیں۔ یونانی، ستھین۔ منگول غرض سب قوموں نے یہیں کی معاشرت اور اس کے ساتھ یہاں کا مذہب بھی قبول کر لیا۔ اورنگ زیب عالمگیر کے بعد مسلمانوں کے سیاسی زوال نے یہ اندیشہ پیدا کر دیا تھا کہ خدانخواستہ مسلمان بھی اسی ایک رستہ پر نہ چل پڑیں۔ چونکہ یہاں کی بیشتر آبادی خود ہندو اقوام میں سے اسلام لانے والوں پر مشتمل تھی۔ اس لئے یہ اندیشہ بے بنیاد نہ تھا۔ مولانا کے زمانے تک مسلمان سیاستدانوں کا یہ تصور کہ بیرونی مسلمان طاقتوں کو مضبوط کر کے انہیں مرکزِ اسلام بنایا جائے۔ ایک ناقابلِ عمل اور خلاف تاریخ فعل ثابت ہو چکا تھا۔ اس کا انجام سوائے مایوسی کے اور کچھ نہ ہو سکتا تھا۔ چنانچہ مولانا شیخ الہندؒ کے پروگرام تک اس تصور پر عمل ہوتا رہا۔ لیکن اس سے پہلے کہ اس پروگرام کے غلط نتائج نکل کر ہند کے مسلمانوں میں جو کسی ایک ملک میں یکجا بسنے والی سب سے بڑی تعداد تھی، مایوسی میں مبتلا ہوتی مولانا عبیداللہ سندھی نے ایک سیاسی اور اقتصادی پروگرام انہیں دیا۔ جس نے انہیں اپنے لئے جدوجہد کرنے کا راستہ کھول دیا۔ یہ پروگرام مولانا نے ۱۹۲۶ء میں استنبول سے شائع کیا جو اگرچہ کتابی شکل میں ہند میں آتا برطانوی حکومت نے ممنوع قرار دے دیا۔ لیکن اس کی مدت آخر کسی نہ کسی طرح یہاں پہنچیں اور انہوں نے آخر میں مطالبہ پاکستان کی صورت اختیار کی۔ دور جدید کی تاریخ میں ہمارے علم میں مولانا سندھی کے ماسوا کوئی سیاستدان اور مفکر نہیں ہے۔ جس نے پوری وضاحت کے ساتھ یہ پروگرام پیش کیا ہو۔ اس پروگرام میں برعظیم ہند کو مجموعۂ اقوام مان کر ایک ہندی فیڈریشن کا تصور پیش کیا گیا تھا۔ جس میں مشرق اور مغرب میں اسلامی ریاستوں کا وجود قائم ہوتا۔ اس کے بعد ایشیا کے ممالک کی ایک عظیم الشان کنفیڈریشن کا تصور بھی دیا ہے۔ مولانا کی خواہش یہ بھی تھی کہ آگے چل کر لادینی بین الاقوامی اجتماع — تھرڈ انٹرنیشنل — کے مقابلے میں تمام پابند مذہب ملتوں کا ایک مذہبی انٹرنیشنل اجتماع پیدا کیا جائے۔ غرض مولانا سندھی نے انفرادی نیم قومی، قومی اور بین الاقوامی اجتماعات سے لے کر عالم گیر اجتماع تک کا تصور بھی دیا۔ جو قرآنِ حکیم کی تعلیم کا عملی نتیجہ ہے۔

سیاسیات عالم میں نیا تجربہ

مولانا کی زندگی کے آخری ایام میں برعظیم ہند کے نقشے پر اسلامی مملکت کا ظہور ان کے خواب کی تعبیر تھی۔ مولانا نے اس سلسلے میں یہ اصول وضع کیا تھا کہ ہند کے جس خطے میں جس مذہب کے لوگوں کی اکثریت ہوگی۔ اس خطہ میں ان کی آواز فیصلہ کن ہو گی۔ یہ دور حاضر کی سیاست کا مسلمہ اصول ہے۔ اس کی بنا پر پاکستان دے کر مذہبی نظریئے کی بنا پر وجود میں آیا ہے اور یہ دور حاضر کی تاریخ میں ایک نیا تجربہ ہے۔ خدا کرے کہ یہ کامیاب ہو (اس کی کامیابی کی ذمہ داری ہم پر عائد ہوتی ہے) لیکن بدقسمتی سے موجودہ عرب ممالک جو عالم گیر سیاسی اصولوں کی ترجمانی کی پوری اہلیت نہیں رکھتے۔ نظری اصولوں پر قائم ہونے والی مملکت کے قائل نہیں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان میں ابھی تک انتشارِ فکر موجود ہے۔ اور وہ اپنے وجود کو قائم نہیں کر سکے۔ جب کہ ہند کے مسلمان مولانا عبیداللہ سندھی اور ان کے ہم نوا ڈاکٹر اقبالؒ کی سیاسی ترجمانی کے اصول کو تسلیم کر کے ہند میں اپنا وجود منوا چکے ہیں۔ یہ برعظیم ہند کے مسلمانوں کے لئے ایک بہت بڑی کامیابی ہے۔ جس کے نتائج سے فائدہ اٹھانا ان کا کام ہے۔

یورپ کی شکست

یہاں یہ کہہ دینا بھی ضروری ہے کہ مولانا عبیداللہ سندھیؒ کے افکار کے مطابق اسلام کا عالمگیر غلبہ یورپ کی فکری اور سیاسی شکست کے بغیر مشکل ہے۔ (ہم یہ بات بڑے دھیمے لہجے میں بیان کر رہے ہیں۔ ان دونوں باتوں کے لئے مولانا عبیداللہؒ کے ہاں چند ترکیبیں ہیں جن کے استعمال سے یہ نتائج حاصل کئے جا سکتے ہیں مثلاً یورپ کے فکری غلبے کے توڑنے کے لئے ہمارے سائنسدانوں کو یہ ثابت کرنا ہو گا کہ "جو تہذیب و ثقافت شمالی سرد خطوں میں پیدا ہوتی ہے۔ وہ ناپائیدار ہوتی ہے" برطانیہ کے دو صد سالہ غلبے کے بعد خود ہماری آنکھوں کے سامنے اس کی شکست اس کا بہترین تاریخی ثبوت ہے۔ اب یہ ہمارے پاکستانی سوشل سائنسدانوں کا کام ہے کہ تاریخ عالم کے نئے مطالعے سے اس اصول کو ایک مسلّمہ علمی اصول کی شکل میں دنیا کے سامنے لائیں اور اس طرح مغربی تہذیب کی بنیادیں اکھاڑ دیں۔

برطانیہ کی شکست

یورپ کے سیاسی غلبے کی شکست کی صورت بھی ہمارے سامنے آ چکی ہے۔ برعظیم ہند میں برطانیہ کی شکست تمام دنیا میں اس کی شکست کا پیش خیمہ ثابت ہو چکی ہے۔ اب سنگاپور اور جمیکا جیسے چھوٹے چھوٹے جزیرے بھی برطانوی حکومت کا جوا اتار کر پھینک چکے ہیں۔ اس طرح برطانیہ کی عالمگیر شکست یورپ کی تمام اقوام کی شکست کا پیش خیمہ ثابت ہوئی ہے۔ چنانچہ الجیریا (افریقہ) میں فرانس کی پسپائی اور ہند میں پرتگیزوں کی پسپائی (گوا، دمن، دیو کے معاملے میں) یورپ کی دوسری اقوام کی پسپائی کی شکل میں ظاہر ہو رہی ہے۔ اگر ہم مغربی اقوام کے ساتھ ذرا ہمت اور بُردباری سے سلوک کریں تو یورپ کی شکست یقینی ہے۔ اس کے بعد ہی اسلام کا غلبہ حقیقی شکل اختیار کر سکتا ہے۔

فلسفۂ ولی اللّٰہی کی ضرورت

اسلام کے عالمگیر غلبے کے لئے مولانا عبیداللہ سندھیؒ کا دوسرا مثبت اصول یہ ہے کہ اسلام کی نئی ترجمانی امام ولی اللہ دہلوی کے فلسفے کے مطابق کی جائے۔ جس کی بنیاد خیرالقرون کی تعلیمات اور اعمال پر رکھی گئی ہے یعنی اسلام کی سیاست۔ اقتصادیات ومعاشیات اخلاقیات اور مابعد الطبیعی حقائق کا بیان اس طرح کیا جائے۔ جس طرح امام ولی اللہ دہلوی نے قرآنِ حکیم، احادیث نبویہ اور خیرالقرون کے تعامل کی روشنی میں تجویز کیا ہے۔ اگر پاکستان کے مسلمان مفکرین اُن اصولوں کو اپنا لیں تو وہ دیکھیں گے کہ پاکستان کا آئین دنیا کا بہترین آئین ہوگا۔ اور یہ مُلک دنیا کا سب سے زیادہ ترقی یافتہ مُلک ہوگا۔ ہم یہاں صرف ایک مثال دے کر اس کی تشریح کرنا چاہتے ہیں۔

ایک مثال

امام ولی اللہ دہلوی اپنی "فیوض الحرمین" میں فرماتے ہیں کہ "ہمارے نزدیک زمان و مکان اور مادّہ تینوں ایک حقیقت کے مختلف مظاہر ہیں" اب سے دو سو سال پہلے اس عظیم الشان دعوے کا بیان مسلمان مفکرین کے لئے ایک بہت بڑی نعمت تھی۔ لیکن ان کی غفلت نے اُنہیں اِس عظمت سے محروم کر دیا جو اس بیان پر مبنی کر کے مغرب کے مفکر اعظم ڈاکٹر آئن سٹائن نے اپنے نظریۂ اضافیت عمومی سے حاصل کی۔ اب بھی اِس نظریے کا ایک پہلو ایسا باقی ہے۔ جس پر مزید غور کر کے مسلمان سائنسدان دنیائے علم و فضل میں لیڈر شپ حاصل کر سکتے ہیں۔ اور وہ یہ کہ امام

صاحب نے قوتِ مثالیہ کی جو تشریح اپنی کتابوں میں کی ہے اُس پر غور کریں جو مادّے کی ساخت اور تخلیق کی طرف رہنمائی کرتی ہو۔

قانون سازی کی نئی بنیاد

مولانا عبید اللہ سندھیؒ نے امام صاحب کی کتابوں کا اتنا گہرا مطالعہ کیا تھا کہ ان کے تمام مضامین ان کے علم و روح کا جزو بن چکے تھے۔ ان کے خیال میں امام صاحب کا طرزِ قانون سازی نہ صرف پاکستان کے مسلمانوں کی رہنمائی کر سکتا ہے بلکہ آگے بڑھ کر جب ہمیں عالم عرب کے ساتھ تعاون کا موقعہ ملے گا۔ اِس وقت بھی وہ ہمارے کام آئے گا۔ امام صاحب غیر عرب ممالک کی فقہ کی بنیاد حنفیت پر اور عرب اقوام کے ساتھ تعاون کے وقت قانون سازی کی بنیاد موطا امام مالکؒ پر رکھتے ہیں۔ یہ ہمارے لئے ایسی بیش قیمت رہنمائی ہے۔ جس کی قدر ہمیں عملاً اِس وقت ہوگی۔ جب ہم بین الاقوامی سیاست ہو میں قدم رکھیں گے۔ اِس وقت ہمیں انڈونیشیا، ملیشیا اور مغرب کی عرب اقوام کے ساتھ مل کر کام کرنے میں جو دقتیں پیش آئیں گی ان کا حل اس کے سوا اور کوئی ہماری سمجھ میں نہیں آئے گا۔ کہ ہم امام ولی اللہ دہلوی کی پیروی پر موطا امام مالکؒ کو اپنی آئین سازی اور قانون سازی کی بنیاد بنائیں۔ کاش ہمارے علماء جو پاکستان کے اندر حکومت کو مشورہ دینے والی کونسل کی ساخت پر غور کر رہے ہیں مولانا عبید اللہ سندھیؒ نہ سہی تو امام ولی اللہ دہلوی کی حکمت ہی سے کام لیں۔ اور سیاسیاتِ حاضرہ میں مہارت حاصل کریں کہ اس کے بغیر وہ ہمارے قومی اور بین الاقوامی مسائل حل کرنے میں ناکام رہیں گے۔ اور معاشرے میں اپنا مقام کھو بیٹھیں گے۔ (خدا وہ وقت نہ لائے) اس وقت مغربی افکار اور اسلامی نظریات کا شدید تصادم ہے اِس کے حل کے لئے یا تو ہمارے علماء نئے آلاتِ فکر گھڑیں یا امام ولی اللہ نے جو گھڑ کر دیئے ہیں ان سے کام لیں۔ ہمارے خیال میں یہ زیادہ آسان ہے کہ امام صاحب کے افکار کا گہرا مطالعہ کر کے انہیں اپنایا جائے اور مولانا عبید اللہؒ نے جس طرح انہیں پیش کیا ہے۔ اس روشنی میں مزید غور و فکر کیا جائے۔ ان حربوں سے ہم یورپ کے سیاسی، اقتصادی اور علمی افکار کا مقابلہ کر کے اسلام کا غلبہ پیدا کر سکتے ہیں۔

ایک نیا مسئلہ

دورِ حاضرہ میں افریقہ کے ممالک کی آزادی نے دنیائے سیاست میں ایک نیا مسئلہ پیدا کر دیا ہے جو نہ امام ولی اللہ دہلویؒ کے زمانے میں تھا نہ مولانا سندھیؒ کے زمانے میں اِس شدت سے ظاہر ہوا تھا۔ اب افریقہ کے ممالک بیدار ہو کر آزادی حاصل کر رہے ہیں۔ وہاں کے مفکرین افریقہ کے براعظم کو یورپ کے حملے کے نتائج سے بچانے کے لئے بے حد جد و جہد کر رہے ہیں اگر ہم پاکستان کے مسلمان اپنے وطنِ عزیز کو اسلامی نقطۂ نگاہ سے نمونے کا ملک بنا سکیں۔ تو یہ نہ صرف ہمارے لئے سعادت کا باعث ہوگا۔ بلکہ افریقہ کے ملکوں کے لئے بھی جن میں کثرت آبادی مسلمانوں کی ہے۔ رہنمائی کا موجب ہوگا۔ اس کے لئے بھی ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ امام ولی اللہ دہلوی کی ترجمانیٔ اسلام کام دے گی۔ مولانا سندھی نے اپنے زمانہ میں عرب ملکوں کا گہرا مطالعہ کر کے یہ قرار دے دیا تھا کہ ایک وقت آئے گا جب ہند کے مسلمانوں کے لئے ان ملکوں کے ساتھ مل کر کام کرنا پڑے گا۔ اس وقت ہمیں اپنے اندرونی انتشار سے بچنے کے لئے ایک فلسفہ اسلام کی ضرورت ہوگی۔ اور وہ فلسفہ اس دور کے مسائل کے حل کرنے کے لئے سوائے امام دہلوی کے اور کوئی نہیں ہو سکتا۔

ایک اور نیا مسئلہ

اِس وقت ہمارے سامنے ان کروڑوں مسلمانوں کا مسئلہ بھی ہے۔ جنہیں پاکستان کی تخلیق نے بھارت کی ہندو اکثریت کے حوالے کر دیا ہے۔ یہ ہمارے لئے ایک ناگزیر مصیبت ہے۔ لیکن اس کا حل بھی ہمیں تلاش کرنا ہے۔ مولانا عبید اللہ سندھیؒ کا کہنا ہے کہ تاریخ ہند کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ قدیم ترین زمانے میں یہاں کول اور دراوڑ قومیں بستی تھیں۔ ان کا قانون یہاں نافذ تھا۔ اور وہ اس ملک کی پیدا وار سے اس ملک کے اندر رہ کر فائدہ اٹھاتی تھیں۔ اور اس کی دولت کو کہیں باہر نہیں لے جاتی تھیں۔ اس لیے عقل و شعور کے قواعد کے مطابق وہ اول درجے کی ہندی قومیں تھیں پھر شمال مغرب سے آریہ نسل کے لوگ آئے۔ انہوں نے دراوڑوں وغیرہ کو شکست دے کر دکن کی طرف بھگا دیا۔ اور وہ خود شمالی ہند میں بندھیاچل تک چھا گئے۔ آریہ ہندیوں نے یہاں اپنا قانون نافذ کیا یہاں انہوں نے نئی تہذیب و شائستگی پیدا کی لیکن یہاں کی دولت یہیں رہ کر استعمال کی اس لئے اب ہندی آریہ اوّل درجے کے ہندوستانی تھے اور کول اور دراوڑ دوجے کے ہندوستانی تھے۔ آریوں کے بعد شمال مغرب سے ایک اور نکر کے لوگ یہاں آئے یہ لوگ مسلمان تھے انہوں نے ہندی آریہ اقوام کو شکست دے کر یہاں اپنی نئی تہذیب و شائستگی پھیلائی اور نیا قانون۔ قرآن حکیم کا قانون جاری کیا۔ یہ ہر لحاظ سے آریہ تہذیب سے بلند درجے کی تہذیب تھی اس لیے ہندی مسلمان یہاں کے اول درجہ کے لوگ تھے اور ہندی آریہ دوئم درجہ کے اور کول اور دراوڑ تیسرے درجے کے ہندوستانی بن گئے۔

ا اٹھارہیں صدی عیسوی میں پھر شمال مغرب سے سات سمندر پار سے ایک قوم آئی۔ جس نے ہند کے مسلمانوں کو فوجی شکست دے کر ایک ملک پر قبضہ کر لیا۔ یہ انگریز قوم تھی۔ لیکن اس قوم نے اس ملک کو نہ اپنا وطن بنایا۔ جس طرح مسلمان اسے اپنا وطن بنا چکے تھے۔ نہ یہاں کی دولت یہاں رہ کر کھائی۔ بلکہ ہر بہانے اور ہر طریقے سے اس ملک کی دولت ولایت لے گئے۔ اس لئے وہ کسی معنوں میں بھی ہندوستانی نہ بنے جب یہ قوم ہند سے اپنا بوریا بستر باندھ کر رخصت ہوئی۔ تو اس ملک کا وارث کون ہوگا؟ تاریخ ہند کے فیصلے کے مطابق اس ملک کا وارث یا تو دراوڑ قومیں ہو سکتی ہیں۔ یا مسلمان۔ لیکن دراوڑ قومیں زمانہ حال کی ضرورتیں پوری نہیں کر سکتیں۔ اس لئے لامحالہ اس برعظیم کے وارث مسلمان ہی ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ ہم نے جانے والی قوم سے برعظیم کا ایک حصہ تو [illegible] لیا۔ اب باقی کا سوال باقی ہے۔

ہند میں مسلم اقلیت

ہند کی مسلم [illegible] کے لیے اس وقت اپنی زندگی قائم رکھنے کا مسئلہ سب سے زیادہ [illegible] وہ اپنی زندگی مسلمان رہ کر قائم رکھنا چاہتے ہیں۔ اس کے لئے مولانا سندھی کا کہنا ہے کہ انہیں انقلابی طاقت بننا ہوگا۔ جس کے متعلق قرآن حکیم کا حکم ہے کہ کَمْ مِنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللَّهِ ۔ بارہا ایسا ہوا ہے کہ ایک اقلیت اللہ تعالیٰ کے قانون کو استعمال کر کے اکثریت پر غالب آجایا کرتی ہے۔ مولانا سندھیؒ کے کہنے کے مطابق اذن اللہ سے یہاں مراد انقلابی اصول ہیں۔ اگر ہند کے مسلمان انقلابی اقلیت بن جائیں۔ تو وہ اس برعظیم میں اپنا صحیح مقام اب بھی پیدا کر سکتے ہیں۔ تاریخ عالم اور تاریخ ہند کا فیصلہ بھی یہی ہے۔ اس کی تشریح کی اس وقت گنجائش نہیں ہے۔ اہل فکر اس پر غور فرمائیں

مولانا سندھیؒ کا سب سے بڑا احسان

غرض مولانا سندھیؒ اگرچہ ایک نو مسلم تھے۔ لیکن انہوں نے اسلامی اصولوں کا اتنا گہرا مطالعہ کیا تھا۔ کہ ہمارے زمانے کے بہت کم اہل فکر نے اتنا گہرا مطالعہ کیا ہوگا۔ ان کی انقلابی زندگی نے ان کے لئے جہاں بہت سی مشکلات پیدا کر دیں۔ وہاں ان کے سوچنے کے لئے صحیح اور سیدھی راہیں بھی کھول دیں۔ مسلمانانِ ہند پر ان کا سب

باقی صفحہ ۱۸ پر

آفتاب نبوت صلی اللہ علیہ وسلم

جامع شریعت وطریقت حضرت مولانا
بشیر احمد صاحب پسروری مدظلہ
خلیفہ مجاز حضرت
شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی المرسلین وخاتم النبیین وشفیع المذنبین سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ امہات المؤمنین۔

یہ ایک مختصر مضمون ہے جس کے اندر بانیٔ اسلام حضرت محمد صلعم کی نبوت کو عیسائیوں کی معتبر کتابوں سے ثابت کیا گیا ہے۔ اور عبارت بعینہٖ بحوالہ صفحہ نقل کی گئی ہے۔ لہذا غیر مسلم احباب کی خدمت میں بادب التماس ہے کہ تعصب کو بالائے طاق رکھتے ہوئے بنظر انصاف غور فرماویں۔ اور ہمیشہ کی مکتی اور نجات کی خاطر مذہب اسلام میں قدم رنجہ فرماویں۔ پہلے ایک مقدمہ بطور تمہید لکھا گیا ہے اسکے بعد ایک باب میں مضمون ختم ہے۔

مقدمہ

حضرت محمد مصطفےٰ صلعم کی تشریف آوری کے متعلق پہلے پیغمبروں نے جو پیشین گوئیاں فرمائی تھیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی تشریف آوری کے متعلق جو کچھ بیان فرمایا تھا اس مضمون میں بیان کیا جاوے گا۔

یہودیوں اور عیسائیوں کا بیت المقدس وغیرہ سے ہجرت کرکے آپ کی ولادت باسعادت کے پہلے مدینہ شریف میں پہنچنا۔

ان بشارتوں اور پیشین گوئیوں میں آنے والے نبی کا مسکن جزیرۂ عرب بیان کیا گیا تھا اور عرب میں مکہ اور مدینہ چونکہ بڑے شہر تھے۔ اس واسطے ان دونوں قوموں نے اپنے پیارے وطن کو چھوڑ کر مدینہ میں رہنا پسند کیا۔

نوٹ:۔ یہودیوں اور عیسائیوں کو اہل کتاب بھی کہتے ہیں۔

"کفار کا اہل کتاب کو ستانا۔ اور اہل کتاب کا آنحضرت کو وسیلہ بنا کر نجات پانا"۔۔۔۔

جب اہل کتاب نے مدینہ میں رہائش اختیار کی اور یہ خدا تعالیٰ کو وحدہٗ لاشریک تسلیم کرتے تھے۔ اس لئے مشرک اور جاہل لوگ انہیں ستاتے تھے۔ اور کئی دفعہ فریقین کی نوبت لڑائی تک پہنچی۔ ایک دفعہ دونوں قوموں کی آپس میں زبردست لڑائی ہوئی اور اہل کتاب کا شکست کا وقت قریب معلوم ہونے لگا۔ اس وقت اہل کتاب نے دربار الٰہی میں نہایت عجز وانکساری کے ساتھ دعا مانگی۔

اہل کتاب کی دعا با توسل احمد مجتبیٰ

اے اللہ تعالیٰ تو واحد اور لاشریک ہے۔ ہم تیرے عاجز بندے ہیں۔ ہم تیرے دربار میں اس نبی کو بطور وسیلہ پیش کرتے ہیں۔ جس کی بشارتیں اور تشریف آوری کی خبریں توریت، انجیل وغیرہ میں درج ہیں اس مقدس نبی کی برکت سے ہمیں دشمنوں پر کامیابی عطا فرما۔ قرآن مجید پارہ اول آیت شریف وَكَانُوا مِن قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا الآیہ میں اسی مضمون کی طرف اشارہ ہے۔

آفتاب نبوت کا طلوع

ہمارے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم دوشنبہ کے دن ۹ ربیع الاول ۲۲ اپریل ۵۷۱ء مطابق ۲۵ بیساکھ سمت ۶۲۸ کو مکہ معظمہ میں بعد از صبح صادق قبل طلوع آفتاب جلوہ افروز ہوئے

مبارک باد دنیا میں کہ ختم المرسلین آیا
کہ جس سے بڑھ کے پیغمبر نہیں آیا نہیں آیا

نور نبوت کی کرنیں اور شعاعیں

آفتاب نبوت کی شعاعوں نے نہ فقط کفار کے سینہ کو شرک کی ظلمت سے صاف کیا۔ بلکہ اہل کتاب کے سینوں کو بھی نور توحید سے روشن کیا۔

باب اول

نوٹ:۔ حضرت ابراہیم کی اولاد کی دو شاخیں ہیں ایک کو (جو حضرت یعقوب کی نسل سے ہے) بنی اسرائیل کہتے ہیں۔ دوسری (جو حضرت اسمٰعیل کی پشت سے ہے) بنی اسماعیل کہتے ہیں۔

حضرت موسیٰ سے لے کر حضرت عیسیٰ ابن مریم تک جتنے نبی تشریف لائے وہ بنی اسرائیل کے خاندان سے تھے۔ اس قوم پر اللہ تعالیٰ کی بڑی نظر عنایت تھی۔ اللہ تعالیٰ کی بیشمار نعمتیں اور برکتیں مختلف وقتوں میں حسب ضرورت اس قوم پر اترتی رہیں۔ اور اپنے زمانے میں جمیع اقوام عالم سے ایک ممتاز قوم خیال کی جاتی تھی۔ چنانچہ آیت شریف يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ اذْكُرُوا نِعْمَتِيَ الَّتِي میں ان کی رفعت شان کی طرف اشارہ ہے

بنی اسرائیل پر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا نزول

ان کے لئے آسمان سے طعام اترا جنگل میں ان پر بادلوں نے سایہ کیا۔ ان کے لئے دریا خشک ہوا۔ اور انہوں نے اس کو عبور کیا ان کے دشمن فرعون کو اسی دریا میں اللہ تعالیٰ غرق کرکے ملک مصر پر حکمران بنایا۔

بنی اسرائیل کا کفران نعمت (یعنی بنی اسرائیل کا نعمتوں کا ناشکرگی) اور اس کی سزا

اللہ تعالیٰ کی بیشمار نعمتوں کا اس قوم پر نزول ہوا۔ لیکن اس قوم نے ان نعمتوں کا شکریہ ادا نہ کیا۔ بلکہ پیغمبروں کو گالیاں دینے اور ستانے میں مشغول ہوگئے۔ بعض پیغمبروں کو قتل اور بعض کو جلا وطن کر دیا۔ اور اکثروں کو جھٹلایا۔ آسمانی کتابوں کے بعض حکم تبدیل کئے اور بعض کا انکار کیا۔ اور الہامی کتابوں کو تبدیل کرنے میں کمر ہمت باندھ لی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ بجائے عزت کے ذلت اور بجائے کمال کے زوال ان کو نصیب ہوا۔ اور سلسلۂ نبوت ان سے جدا ہو گیا۔

بنی اسرائیل سے نبوت کا جدا ہونا

حضرت مسیح کی شہادت دربارۂ انتقال نبوت از بنی اسرائیل

پہلی پیشین گوئی

"اس لئے میں تم سے کہتا ہوں۔ کہ خدا کی بادشاہت تم سے لے لی جائے گی اور اس قوم کو جو اس کے پھل لائے۔ دے دی جائے گی۔ جو اس پتھر پر گرے گا اس کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاویں گے۔ مگر جس پر وہ گرے گا اسے پیس ڈالے گا"

انجیل متی باب ۲۱ آیت ۴۳۔ ۴۴ انجیل لوقا باب ۲۰ آیت ۱۷۔ ۱۸ ان آیتوں میں حضرت مسیح نے فرمایا کہ اے قوم بنی اسرائیل تم سے خدا کی بادشاہت یعنی نبوت چھین لی جاوے گی۔ اور دنیا کے اندر جو قوم لائق اور کارکن ہوگی اس کے سپرد کی جاوے گی۔ اس قوم کی دو علامتیں حضرت مسیح نے بیان فرمائیں۔

علامت اول جو اس پتھر پر گرے گا۔ اس کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاویں گے۔ یہ نشانی حضرت محمد مصطفےٰ علیہ السلام اور اس کے فرمانبرداروں پر لفظ بلفظ صادق آتی ہے۔ چنانچہ جنگ احد اور جنگ خندق وغیرہ میں محمدیوں پر جب کفار عرب نے حملہ کیا تو باوجودیکہ ان کی تعداد زیادہ اور سامان جنگ کافی تھا۔ لیکن پھر بھی محمدیوں کی مٹھی بھر جماعت نے انہیں ہر موقعہ پر ہر میدان میں شکست فاش دے کر شاندار کامیابی حاصل کی۔ دیکھو تاریخ اسلام۔

دوسری علامت

مگر جس پر وہ گرے گا اسے پیس ڈالے گا۔

یہ نشانی بھی محمدیوں پر صادق آتی ہے۔ دیکھو

تجارت میں ہیرا پھیری کے باعث لوگ دین سے دور ہیں۔ خوف خدا نہیں۔ پریشانیاں بڑھتی جارہی ہیں۔ دلوں کو بالکل اطمینان نہیں۔

حرام کمائی سے ملک میں فساد۔ چوری۔ زنا۔ غلط کام کرنے کے خیالات آتے ہیں۔ اگر حرام کمائی زیادہ ہو۔ تو وہ کلبوں۔ سینماؤں۔ اور دوسرے شیطانی کاموں میں خرچ ہوتی ہے۔

اسی وجہ سے حضرت شعیب علیہ الصلواۃ والسلام اپنی قوم کو فرما رہے ہیں کہ اے میری قوم ماپ تول کی کمی کرکے زمین میں فسادات برپا نہ کرو۔ جب کمائی کی وجہ سے ملک میں چوری۔ زنا۔ سیاہ کاری زیادہ ہو جائے گی۔ تو بدامنی پیدا ہو جائے۔

آگے حضرت شعیبؑ فرماتے ہیں۔ کہ حلال طریقے سے جو تم کماؤ۔ وہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم ایمان دار ہو۔ میرا کام تم کو صرف سمجھانا مقصود ہے۔ نفع نقصان۔ بھلائی اور برائی میں تمیز کرانا میرا فرض ہے۔ تم پر میں نگہبان یا محافظ بنا کر نہیں بھیجا گیا۔ اگر تم حلال طریقے سے کماؤ گے۔ تو تم کو اللہ تعالےٰ برکت دیں گے۔ اور اطمینان قلب نصیب ہو گا۔ خیالات فاسدہ ختم ہو جائیں گے۔ ملک میں چین ہو گا۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے بڑے صاحبزادے حضرت شاہ عبدالعزیزؒ سے کسی نے پوچھا۔ کہ حضرت اولاد نافرمان کیوں ہوتی ہے! تو آپ نے فرمایا کہ ماں باپ کی کمائی حرام کی ہوتی ہے۔

حلال کمائی سے دنیا میں بھی نفع ہوتا ہے۔ اور آخرت میں بھی نفع۔ اور اولاد بھی نیک ہوتی ہے۔

حضرت شعیبؑ کے اس وعظ ونصیحت کے بعد قوم کا جواب سنئے۔

قوم کہتی ہے۔ کہ اے شعیبؑ کہ تمہاری نماز تم کو یہ سکھاتی ہے۔ کہ ہم وہ کام چھوڑ دیں۔ جو ہمارے باپ داد کرتے رہے۔ ہم ان بتوں کی پرستش چھوڑ دیں۔ جن کی ہمارے باپ دادا کرتے تھے۔ اور ہم یہ ہیرا پھیری کرنی چھوڑ دیں تم تو بڑے نیک چلن اور شریف آدمی ہو۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے۔ کہ حضرت شعیبؑ کثرت سے نماز پڑھا کرتے تھے۔ آج کل بھی ہمارا حضرت شعیبؑ کی قوم جیسا حال ہے۔ ایک شخص سے میں نے کہا کہ سودی کاروبار نہ کرو۔ وہ کہنے لگا کہ مولوی صاحب تو پھر کاروبار کیسے کریں

اللہ تعالےٰ اور اس کے رسولؐ کی سود لینے والے سے جنگ ہے۔ اللہ تعالےٰ بہت حلیم ہیں۔ حضور علیہ الصلواۃ السلام نے فرمایا کہ حلیم کے غصہ سے ڈرو (کہ جب ان کو غصہ آتا ہے۔ تو ٹھنڈا نہیں ہوتا)

اللہ تعالےٰ فرعون کے متعلق فرماتے ہیں کہ فرعون اور اس کی قوم نے ہم کو غصہ دلا دیا۔ تو پھر آپ دیکھ لیں کہ اللہ تعالےٰ کا غصہ کس قدر تھا۔ کہ ساری قوم کو غرق کرکے رکھ دیا۔

اللہ تعالےٰ سے دعا ہے۔ کہ ہم سب حلال کمانے کی توفیق دے۔ اور کثرت سے عبادت اور نیک بندوں کے ساتھ بیٹھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور ہم میں سے۔ ہیرا پھیری۔ ماپ تول میں کمی کی روحانی بیماریوں کو دور کرے۔ (آمین)

اِستفتاء

سوال:۔

۱۔ مشت سے کم ڈاڑھی کترانا کیسا ہے۔ اور ایسے شخص کی امامت کے متعلق فقہاء احناف کیا ارشاد فرماتے ہیں۔

۲۔ حلقوم سے اوپر اور ٹھوڑی سے نیچے ڈاڑھی کے بال منڈوانا امام الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کیسا ہے۔

۳۔ مسافر مقتدی مقیم امام کے پیچھے اقتدا کیسے کرے۔ (یعنی نماز کی تعداد رکعات کی نیت کیسے کرے۔ اور مقیم مقتدی مسافر امام کی اقتداء میں اپنی آخری دو رکعت کو کیسے پورا کرے۔

۴۔ ناخن پالش جو عام استعمال کی جاتی ہے۔ خواتین کثرت سے اور مرد شوقیہ استعمال ہیں۔ شرعاً کیسا ہے۔ اور ناخنوں پر پالش کی موجودگی میں وضو ہو جاتا ہے یا نہیں۔ کیا یہ نقص فرائض وضو کے مانع ہو گا۔ یا خفیف نقص ہے وضو اور نماز کے منافی نہیں۔

۵۔ نیلون یا اسی نوع کا باریک دوپٹہ جس سے عورت کے سر کے بال نظر آرہے ہوں استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں۔ اور ایسے دوپٹہ میں نماز جائز ہو جائے گی۔

جواب:۔

۱۔ ڈاڑھی کا رکھنا بحکم اعفوا اللحیٰ (یعنی ڈاڑھیاں بڑھاؤ) واجب ہے اور فتح القدیر اور درالمختار کتاب الصوم کے آخر میں ہے ایک مٹھی سے کم کو کسی نے جائز نہیں کہا۔ لم یبحہ احد یہ گویا اجماع ہے۔ لہذا یہ شخص فاسق ہے اور فاسق کی امامت پہلے بیان ہو چکی ہے۔

۲۔ بظاہر حلق سے اوپر ٹھوڑی تک تو ڈاڑھی ہی ہے۔ کیونکہ لحیہ اصل میں جبڑے کو کہا جاتا ہے جو ہلانے سے ہلتا ہے اس پر جو بال ہیں وہ لحیہ (ڈاڑھی) کہلاتے ہیں۔ اسی لیے اس کے جوڑ سے اوپر سر کی حد ہے اور ناک کے برابر اس سے خارج ہے۔ خط بنوانا جائز ہے۔ ہلانے سے یہ درمیان کا حصہ بھی ہلتا ہے۔ اس لیے یہ سب ڈاڑھی معلوم ہوتی ہے تصریح کہیں اب تک دیکھی نہیں اس لیے اس کو نہ کاٹنا چاہیئے کم سے کم شبہ تو ضرور ہے اور خود حلق کے بال کاٹنا بھی فقہا نے ممنوع و مکروہ قرار دیا ہے۔ اگر یہ ڈاڑھی نہ قرار دیں تو حلق کے بال قرار پا کر بھی ان کا کاٹنا مکروہ و منع ہو گا

۳۔ مقیم امام کی اقتداء کی نیت سے مسافر پر بھی اسی قدر نماز فرض ہو جائے گی جس قدر امام پر ہے اس لیے چار رکعت کی نیت کرے۔ اور امام مسافر ہو مقتدی مقیم ہو تو مقیم پر چار رکعت اپنی ہی فرض چار کی نیت کرے گا اور امام کے سلام پھیرنے کے بعد دو رکعت بعد میں پڑھے۔ مگر یہ اس وقت مقتدی ہی کے حکم میں رہے گا اس کو مثل لاحق کے شمار کیا جائے گا۔ اس لیے اپنی ان دو رکعتوں میں قرأت بالکل نہ کرے بقدر قرآت کے خاموش کھڑا رہ کر رکوع و سجود وغیرہ کرے۔ بہت لوگ اس مسئلہ سے ناواقف ہیں بتا دینا چاہیئے۔

۴۔ عورتوں کے لیے ایک فیشن ہونے کی وجہ سے ناپسند ہے۔ مہندی اصل چیز ہے۔ اور مردوں کو عورتوں کی مشابہت ہونے کی وجہ سے گناہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی لعنت ہے ان مردوں پر جو عورتوں کی مشابہت کریں اور ان عورتوں پر جو مردوں کی مشابہت کریں۔

اور معلوم یہ ہوا ہے کہ اس پالش میں کچھ جسمیت بھی ہے۔ صرف رنگ ہی نہیں ہے جس کی وجہ سے اس کے نیچے پانی نہیں جا سکتا۔ اگر یہ صحیح ہے اور بتانے والوں نے یہ صحیح بتایا ہے تو پانی نہ پہنچنے کی وجہ سے نہ غسل صحیح ہو گا نہ وضو صحیح ہو گا سب نمازیں غارت ہوں گی۔ یہ خفیف نقص نہیں۔ جب اللہ تعالےٰ نے ہاتھوں کا دھونا فرض فرمایا ہے ہر ہر جز کا دھونا فرض ہے ذرہ برابر بھی رہ گیا تو ادا نہ ہو گا۔

۵۔ جس کپڑے میں بال یا جسم نظر آتا ہے وہ نہ ہونے کے برابر ہے۔ اس سے نماز نہ ہو گی اور نامحرم کے سامنے اس کے استعمال سے گناہ ہو گا۔ حضور کا ارشاد ہے کہ "بعض کپڑے پہننے والیاں آخرت میں ننگی ہوں گی" یہ ایسی ہی عورتوں کے لیے ارشاد ہے۔ ہاں اس گھر کے اندر جہاں کوئی نامحرم مرد نہ آتا ہو ایسا دوپٹہ اوڑھ لیں تو کوئی حرج نہیں گناہ نہیں

محمد شفیع عمرالدین
(سانگھڑ)

دینِ حق کی مخالفت سے ڈرو!

اسلام سچا دین ہے۔

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ لا وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ٥ (التوبہ آیت ۳۳)

ترجمہ: اس نے اپنے رسولؐ کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا ہے، تاکہ اسے سب دینوں پر غالب کرے۔ اور اگرچہ مشرک ناپسند کریں۔)

(واضح رہے یہی مکمل، عالمگیر اور ابدی دین ہے۔

اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (المائدہ۔ آیت۔۳)

ترجمہ: آج میں تمہارے لیے تمہارا دین پورا کر چکا۔ اور میں نے تم پر اپنا احسان پورا کر دیا۔ اور میں نے تمہارے واسطے اسلام ہی کو دین پسند کیا ہے۔)

(نیز اسلام کے سوا اور کوئی دین اللہ تعالیٰ کے ہاں قابل قبول نہیں۔

وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ۔ (آل عمران آیت ۸۵)

ترجمہ: اور جو کوئی اسلام کے سوا اور کوئی دین چاہے تو وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔ اور آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔

"یعنی، ثواب و کامیابی سے قطعاً محروم ہوگا۔ اس سے بڑا خسارہ کیا ہوگا کہ راس المال ہی کھو بیٹھا۔ حق تعالیٰ نے جس صحیح فطرت پر پیدا کیا تھا اپنے سوءِ اختیار اور غلط کاری سے اسے تباہ کر ڈالا۔"

(حضرت مولٰینا شبیر احمد صاحب عثمانیؒ)

کفار کا تباہ کن رویہ اور دین برحق سے دوری

(۱) اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَآئِهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِیْمُ لَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَزْنًا ٥ ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوْا وَاتَّخَذُوْٓا اٰیٰتِیْ وَرُسُلِیْ هُزُوًا (الکہف آیت ۱۰۵-۱۰۶)

ترجمہ: یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کی نشانیوں کا اور اس کے روبرو جانے کا انکار کیا ہے۔ پھر ان کے اعمال ضائع ہو گئے سو ہم ان کے لیے قیامت کے دن کوئی وزن قائم نہیں کریں گے۔ یہ سزا ان کی جہنم ہے اس لیے کہ انہوں نے کفر کیا اور میری آیتوں اور میرے رسولوں کا مذاق بنایا تھا۔

حاصل

کافر کی حسنات مردہ ہیں۔ اُس ابدی زندگی میں کسی کام کی نہیں۔ اب محض کفریات و سیئات رہ گئیں۔ سو ایک پلہ کیا تُلے۔ تولنا تو موازنے کے لیے تھا۔ موازنہ متقابل چیزوں میں ہوتا ہے یہاں سیئات کے بالمقابل حسنات کا وجود ہی نہیں پھر تولنے کا کیا مطلب۔

(ذٰلِكَ) جو ٹھٹھا کرتے تھے اب اس کا مزہ چکھو۔" (حضرت مولٰینا عثمانیؒ)

(۲) وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِیْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ ٥ (الانبیاء آیت۔۴۱)

ترجمہ: اور تجھ سے پہلے بھی رسولوں کے ساتھ ٹھٹھا کیا گیا ہے۔ پھر جس عذاب کی بابت وہ ہنسی کیا کرتے ان ٹھٹھا کرنے والوں پر وہی آ پڑا۔

یعنی

"تباہ شدہ قوموں کے کھنڈر جا کر دیکھو اور ان کے حالات سنو کہ دعوت الی اللہ دینے والوں کی تکذیب کے باعث کس طرح عذاب میں مبتلا کیے گئے۔"

(حضرت مولانا شیخ التفسیر احمد علی قدس سرہ العزیز۔

(۳) قُلْ سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِیْنَ ٥ (الانعام آیت۔۱۱)

ترجمہ: کہہ دو ملک میں سیر کرو، پھر دیکھو جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا۔

(۴) اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْٓا اَكْثَرَ مِنْهُمْ وَاَشَدَّ قُوَّةً وَّاٰثَارًا فِی الْاَرْضِ فَمَآ اَغْنٰی عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ٥ فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ ٥ فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِیْنَ ٥ فَلَمْ یَكُ یَنْفَعُهُمْ اِیْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا ؕ سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِیْ قَدْ خَلَتْ فِیْ عِبَادِهٖ ۚ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ ٥ (المومن آیت ۸۲-۸۵)

ترجمہ: پس کیا انہوں نے ملک میں چل پھر کر نہیں دیکھا کہ جو لوگ ان سے پہلے ہو گزرے ہیں ان کا کیا انجام ہوا۔ وہ لوگ ان سے زیادہ تھے اور قوت اور نشانیوں میں (بھی) جو کہ زمین پر چھوڑ گئے ہیں بڑھے ہوئے تھے۔ پس ان کے نہ کام آیا جو کچھ وہ کماتے تھے۔ پس جب ان کے رسول ان کے پاس کھلی دلیلیں لائے، تو وہ اپنے علم و دانش پر اترانے لگے وہ ان پر الٹا پڑا۔ پھر جب انہوں نے ہمارا عذاب آتے دیکھا تو کہنے لگے ہم اللہ پر ایمان لائے جو ایک ہے اور ہم نے ان چیزوں کا انکار کیا جنہیں ہم اس کا شریک ٹھہراتے تھے پس انہیں ان کے ایمان نے نفع نہ دیا جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا یہ سنت الٰہی ہے جو اس کے بندوں میں گزر چکی ہے۔ اور اس وقت کافر خسارہ میں رہ گئے۔

لہٰذا

ہمیں سابقہ برباد شدہ اقوام کے حالات سے عبرت پکڑنی چاہیے۔ انہیں مادی ترقیات کے علوم کا گھمنڈ تھا اور اس زعم میں انہوں نے حضرات انبیاء علیہم السلام کی تعلیم کی پروا نہ کی مگر جب ان پر عذاب الٰہی آیا تو نہ یہ مادی ترقی کا علم کام آیا نہ ہی ان کی طاقت، مال و دولت اور افراد کی کثرت عذاب سے بچا سکی۔

اب

ہمیں چاہیے کہ عذاب الٰہی سے ڈر کر احکام اللہ اور احکام الرسول کو محکم پکڑیں اور ان سے اعراض کر کے سابقہ اقوام کی طرح اپنے ہاتھوں سے اپنی بربادی نہ کریں۔ کیونکہ مجرموں سے سزا ٹل نہیں سکتی۔

فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِیْلًا ٥ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِیْلًا ٥

(فاطر آیت ۴۳)

ترجمہ: پس تو اللہ کے قانون میں کوئی تبدیلی نہیں پائے گا اور تو اللہ کے

قانون میں کوئی تغیر نہیں پائے گا۔

حضرت مولٰنا عثمانی فرماتے ہیں:۔

"........ اللہ کا جو دستور مجرموں کی نسبت سزا دینے کا رہا ہے نہ وہ بدلنے والا ہے کہ بجائے سزا کے ایسے مجرموں پر انعام و اکرام ہونے لگے اور نہ ٹلنے والا کہ مجرم سے سزا ٹل کر غیر مجرم کو دے دی جائے۔"

عذاب الٰہی سے ڈرو

(۱) اَلَا يَوْمَ يَاْتِيْهِمْ لَيْسَ مَصْرُوْفًا عَنْهُمْ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ (ھود۔ آیت ۸)

ترجمہ: خبردار جس دن ان پر عذاب آئیگا ان سے نہ پھیرا جائے گا اور انہیں وہ چیز گھیر لے گی جس پر ٹھٹھا کرتے تھے۔

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ "باوجود ان کی سرکشی اور بغاوت کے اگر چند روز کے لیے انہیں عذاب سے مہلت مل جائے تو تعجب کریں گے کہ اگر اسلام سچا ہے تو ہمیں اس کی مخالفت پر گرفت کیوں نہیں ہوتی یاد رکھیں جب عذاب الٰہی آئے گا تو پلٹنے نہ پائے گا"

(۲) هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ اَمْرُ رَبِّكَ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ كَانُوْا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ (نحل آیت ۳۲۔۳۳)

ترجمہ: کیا اب اس کے منتظر ہیں کہ ان پر فرشتے آویں یا تیرے رب کا حکم آئے اسی طرح سے ان سے پہلوں نے بھی کیا تھا اور اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا۔ لیکن وہ اپنے نفسوں پر ظلم کرتے تھے۔ پھر انہیں ان کے بداعمال کے نتیجے مل کر رہے اور جس کی وہ ہنسی اڑایا کرتے تھے وہی ان پر نازل ہؤا۔

(حاشیہ حضرت شیخ الاسلام مولٰنا شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ)

"جنت کی خوبیاں اور اس کا تفوق و امتیاز بیان کرنے کے بعد اُن غافلوں کو تنبیہ کی جاتی ہے جو محض دنیوی سامانوں پر مست ہو کر آخرت کو بھلا بیٹھے ہیں۔ اور اپنا انجام سدھارنے کی کوئی فکر نہیں کرتے۔ یعنی کیا یہ لوگ اس کے منتظر ہیں کہ جس وقت فرشتے جان نکالنے آجائیں گے یا خدا کے حکم کے موافق قیامت قائم ہو جائے گی۔ یا مجرموں کو سزا دہی کا حکم پہنچ جائے گا۔ اور جُوتا سر پر پڑنے لگے گا تب ایمان لا کر اپنی حالت درست کریں گے۔ حالانکہ اُس وقت ایمان یا توبہ اور [illegible] تو اس کی ہے کہ موت سے پہلے بعد الموت کی تیاری کی جائے اور عذاب آنے سے پیشتر بچاؤ کی تدبیر کریں۔"

(وَكَذٰلِكَ) یعنی اگلے معاندین بھی اسی طرح غرور و غفلت کے نشے میں پڑے رہے تھے۔ باطل پرستی کے عادی ہو گئے۔ توبہ کے وقت توبہ نہ کی۔ آخر تک انبیاء کی تکذیب پر تلے رہے اور ان کی باتوں کی ہنسی اڑاتے رہے۔ آخر جو کیا تھا سامنے آیا اور عذاب الٰہی وغیرہ کی جن خبروں سے ٹھٹھا کیا کرتے تھے۔ وہ آنکھوں سے دیکھ لیں۔ اُن کا استہزاء و تمسخر انہیں پر الٹ پڑا بھاگ کر جان بچانے کی کوئی سبیل نہ رہی اپنی شرارتوں کا خمیازہ بھگتنا پڑا جو بویا سو کاٹا۔ خدا کو اُن سے کوئی بیر نہ تھا۔ نہ اس کے یہاں ظلم و تعدی کا امکان ہے۔ ان لوگوں نے اپنے پاؤں پر خود کلہاڑی ماری۔ کسی کا کیا بگڑا انہیں کا نقصان ہؤا۔"

(۳) وَلَوْ اَنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ مِنْ سُوْٓءِ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ ۝ وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝

(زمر آیت ۴۷۔۴۸)

ترجمہ: اگر ظالموں کے پاس جو کچھ زمین میں ہے سب اور اسی قدر اس کے ساتھ اور بھی ہو تو قیامت کے بڑے عذاب کے معاوضہ میں دے کر چھوٹنا چاہیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں وہ پیش آئے گا کہ جس کا انہیں گمان بھی نہ تھا۔ اور بُرے کاموں کی بُرائی ان پر ظاہر ہو جائے گی۔ اور ان کو وہ عذاب کہ جس پر ہنسی کیا کرتے تھے۔ پکڑ لے گا۔

قوم فرعون

عبرت کے لیے فرعون اور اس کی قوم کے واقعہ پر غور کرو۔ اللہ تعالیٰ نے فرعون کو مصر کی حکومت عطا فرمائی مگر اس سیاہ بخت نے ملک میں فساد پھیلایا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیروی نہ کی اور سرکشی میں اتنا دور چلا گیا کہ رب السموات والارض کو بھی بھول گیا۔ اور مادی طاقت اور حکومت کے نشے میں بول اٹھا۔

اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ۝ (النزعت آیت ۲۴)

ترجمہ: میں تمہارا سب سے برتر رب ہوں۔

نتیجہ

یہ نکلا

وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ

(المومن آیت ۴۵)

ترجمہ: اور خود فرعونیوں پر سخت عذاب آپڑا۔

دریا میں قوم سمیت ڈوب مرے اور مرگ کے بعد یہ حال ہے۔

اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا

(المومن آیت ۴۶)

ترجمہ: وہ صبح و شام آگ کے سامنے لائے جاتے ہیں۔

"یعنی قبر میں روزانہ جہنم پر صبح و شام پیش کیے جاتے ہیں کہ یہ تمہارا ٹھکانا ہے۔"

(حضرت شیخ التفسیر)

اور قیامت کے دن دوزخ ان کا ٹھکانا ہوگا۔

وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ۫ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ۝ (المومن آیت ۴۶)

ترجمہ: اور جس دن قیامت قائم ہوگی (حکم ہوگا) فرعونیوں کو سخت عذاب میں لے جاؤ۔

فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ ۝

بقیہ آفتاب نبوت صہ

جنگ اجنا دین میں مسلمانوں کی تعداد چالیس ہزار اور رومیوں کی لاکھ ہزار تھی۔ لیکن بہادرانِ اسلام نے شیروں کی طرح گرجتے ہوئے میدان جنگ فتح کر لیا۔ اسی طرح جنگ خیبر جنگ انطاکیہ و دمشق و تبوک وغیرہ لڑائیوں میں بہادران اسلام نے شجاعت کے وہ جوہر دکھلائے کہ تاریخ عالم میں سورج کی طرح ان کے مبارک نام قیامت تک روشن رہیں گے۔ جس ملک اور سلطنت پر حملہ کرتے تھے۔ اس کو تہس نہس ڈالتے تھے۔

خلاصہ

آنحضرتؐ کی بعثت کے بعد مسلمانوں کی روز افزوں ترقیوں نے دنیا پر روشن کر دیا کہ حضرت مسیح کی پیشین گوئی کا مصداق ہم ہیں اور ہمارے راہنما حضرت احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔

بقیہ: مولٰنا سندھی کے افکار صہ۱۲ سے آگے

سے بڑا احسان یہ ہے۔ کہ انہوں نے ہمارے لیے امام ولی اللہ دہلویؒ کا انکشاف کیا یہ وہ کانِ معرفت ہے جو ہمارے لئے صدیوں کام دے سکتی ہے۔ کاش ہم اس کانِ معرفت سے کام لینا سیکھیں۔ خدا تعالیٰ مولانا سندھیؒ کی روح مبارک کو اعلیٰ علیین میں بلند ترین مراتب عطا فرمائے اور ہمیں توفیق دے کہ ہم ان کے افکار کا صحیح انداز میں مطالعہ کر کے ان سے فائدہ اٹھا سکیں۔

سرخ نشان

چٹے پر سرخ نشان آپ کے چندہ ختم ہونے کا نشان ہے

★ بچوں کے لیے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ائمۂ کرام

حافظ محمد امین
ہیڈ ماسٹر
بورسٹل جیل
لاہور

حضرت امام شافعی رضہ اور حضرت امام احمد بن حنبل رضہ کی روائتوں میں کافی اختلاف ہے لیکن ان کا اختلاف برائے حقیقت تھا اور ہم نے یہ اختلاف برائے مخالفت اپنا لیا ہے۔ ذیل کے واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ دونوں آئمہ کرام کے تعلقات آپس میں کتنے والہانہ اور مخلصانہ تھے۔ امام شافعی رضہ مصر میں ہیں اور امام احمد بغداد میں، امام شافعی رضہ کو کو خواب آتا ہے۔ آپ نے وہ خواب لکھ کر ربیع بن سلیمان کے ہاتھ امام احمد رضہ کی خدمت میں بھیجا۔ ربیع نے جا کر خط دیا تو امام احمد خط پڑھ کر چشم پُر آب ہو گئے۔ قاصد نے عرض کی "خیریت تو ہے؟" امام صاحب نے فرمایا کہ یہ خوشی کے آنسو ہیں۔ امام شافعیؒ نے رسولِ پاکؐ کا سلام و پیام ارسال فرمایا ہے۔" رسول پاکؐ نے انھیں خواب میں اپنی زیارت کرائی ہے اور فرمایا ہے کہ امام احمد کو میرے سلام کے بعد بتا دو کہ تم پر نہایت آزمائش کا وقت آنے والا ہے۔ حکومت آپ کو مجبور کرے گی کہ خلقِ قرآن کا عقیدہ تسلیم کر لو مگر آپ نہ ماننا اللہ تمہارا نام اور علم تا قیامت روشن رکھے گا، یہ سُن کر ربیع نے آپ کو مبارک باد دی۔

امام احمد نے ربیع کو ایک کرتہ بھی بطور انعام دیا۔ جب ربیع کرتہ لے کر واپس مصر آیا تو امام شافعی رضہ نے دریافت فرمایا کہ کیا انعام ملا ہے؟ ربیع نے جواب دیا کہ کرتہ، امام شافعیؒ نے یہ سُن کر فرمایا کہ مَیں کرتہ تو نہیں لے سکتا، البتہ اسے پانی میں بھگو کر اس کا نچوڑ بطور تبرک ضرور مجھے دے دو۔ اَللّٰہُ اَللّٰہُ: اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ ایک دُوسرے کے کتنے قریب تھے اور دونوں کے دلوں میں ایک دُوسرے کا کتنا احترام تھا، اس وقت ہر فرقے کے علمائے کرام کا یہی عمل تھا، کاش کہ علمائے دین آج بھی اسی پر چل کر دین کی صحیح خدمت کریں۔ حضرت شیخ التفسیر خود امام ابوحنیفہ رضہ کے مسلک پر چلتے تھے اور باقی تمام آئمہ دین کا احترام بھی برابر کیا کرتے تھے۔ ان بزرگوں کا اختلاف برائے مخالفت نہیں بلکہ برائے صداقت ہوتا اور وہ اس اختلاف کو کبھی دل میں جگہ نہ دیتے۔ ان کا اختلاف اس حد تک ہوتا۔ جہاں تک رسولِ پاکؐ نے اسے رحمت کہا ہے۔

کہتے ہیں کہ حضرت امام ابوحنیفہ رضہ کے ہاں کوفہ میں ایک علمی مجلس تھی جس کے چالیس ممبر تھے وہ سب کے سب محدّث اور فقیہہ تھے۔ امام یوسف رضہ اس مجلس کے سیکرٹری تھے۔ جب کوئی مسئلہ درپیش ہوتا تو اس پر عام بحث ہوتی اور سوال و جواب اور قرآن و حدیث کی روشنی میں مسئلہ حل کیا جاتا۔ اور بعض اوقات ایک ایک مہینہ اس پر تحقیق کی جاتی اگر کوئی ممبر غیر حاضر ہوتا تو اس کی رائے دریافت کرنے کے بعد مسئلہ مذہب قرار پاتا۔ بعض فروعی اختلافات کے باوجود چاروں امام جن میں سے بعض ایک دوسرے کے ہمعصر بھی تھے۔ امام ابوحنیفہ رضہ اور امام مالک ایک دُوسرے کے ہمعصر اور دوست تھے، امام شافعی رضہ اور امام احمد بن حنبل رضہ بھی ایک دوسرے کے دلی خیر طلب تھے ان کا اختلاف برائے مخالفت نہ تھا، کاش ہم بھی اس دَور میں فروعی اختلافات کو چھوڑ دیں اور پھر سے اصولی طور پر متفق ہو کر دین کی خدمت کر سکیں! آمین! امام احمد امام شافعیؒ کے شاگرد تھے۔ حضرت دارمی فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہ رضہ اور امام مالک رضہ کو دیکھا کہ مسجد نبویؐ میں عشا کی نماز کے بعد کسی مسئلہ پر صبح تک بحث کرتے رہے مگر کیا مجال جو ماتھے پر بل آئے۔ نہایت خندہ پیشانی سے بحث جاری رہی اور دل میں ذرہ بھر ملال بھی نہ آیا۔ یہ تھا جذبۂ دینداری، نہ دنیا کی تمنّا اور نہ حرصِ جاہ۔ بادشاہِ وقت نے قاضی کا عہدہ پیش کیا تو ٹھکرا دیا اور اس کی ناراضگی مول لے لی مگر کسی کو خاطر میں نہ لائے اور ساری عمر دین کا کام محض دین کے لیے کرتے رہے۔ دنیاوی ضروریات کے لیے تجارت کرتے۔ اس میں بھی اللہ تعالیٰ نے ان کو بڑی برکت عطا فرمائی۔ امام ابوحنیفہ رضہ اور امام بن حنبل ہر دو آئمہ کو خلفائے وقت نے قید و بند میں بھی رکھا مگر آپس میں ان سب کی محبت تھی۔ ان کا اختلاف برائے مخالفت نہ ہوتا۔ کاش کہ اس دَور کے علماء اور صوفیائے عظام بھی فروعی اختلافات کے باوجود تہ دل سے ایک دوسرے کی عزّت کریں۔ میرے خیال میں یہ دین کی بہت بڑی خدمت ہو گی۔

بارگاہِ خداوندی میں

مَیں جب بھی تیرے کرم کا خیال کرتا ہُوں
ادائے شکر سے دل کو نہال کرتا ہُوں

ہر ایک شے کو کیا جذب تیری ہستی میں
مَیں اپنی زیست کو یُوں لازوال کرتا ہوں

مٹا دیا ہے ہر اک نقشِ ماسوا دل سے
جہاں ہو نقش دوئی پائمال کرتا ہوں

رہِ سلوک میں آتی ہیں منزلیں کیا کیا
مَیں ممکنات سے شرحِ محال کرتا ہُوں

نگاہِ شوق فقط تیرے آستاں پہ جھُکی
ترے کرم سے امیدِ وصال کرتا ہُوں

نظامِ نَو کی طلب یا حیاتِ نو کا چلن
سرابِ جادۂ منزل خیال کرتا ہُوں

ترے غلاموں میں آقا شمار ہو میرا
گدائے دَر ہُوں اَدب سے سوال کرتا ہوں

ترے سِوا کوئی حاجت روا نہیں میرا
ترے حضُور فقط عرضِ حال کرتا ہُوں

نگاہِ شیخ سے بدلی ہے کائنات نظرؔ
خدُا کے فضل سے کسبِ کمال کرتا ہُوں

قطعۂ تاریخ

بر وصال
شیخ المشائخ قطب العالم شاہ عبدالقادر
رائے پوری قدس سرّہٗ

عبدِ قادر مجدّدِ ملّت
شیخِ اسلام سایۂ رحمت
ان سے روشن تھا یادِ حق کا چراغ
ہائے اب یہ بھی ہو گئے رخصت
۱۳۸۲ھ

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷

The Weekly "KHUDDAMUDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

ایڈیٹر عبیداللہ انور

منظور شدہ محکمۂ تعلیم (۱) لاہور یجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ رمئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور یجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۷۳۰-۲۴۸۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء

سوانح حیات حضرت مولانا احمد علیؒ کی تدوین و اشاعت

تفسیر قرآن حکیم و تدریس حدیث و فقہ میں شیخ التفسیر حضرت مولانا مولوی احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا پایہ بہت بلند ہے۔ آپ نہ صرف عالمِ دین تھے بلکہ زُہد و تقویٰ کے لحاظ سے اپنے زمانے کے بہت بڑے ولی اللہ تھے۔

حضرتؒ کی ساری زندگی قرآن و سُنّت کے درس میں گزری۔ آپ نے اعلائے کلمۃ الحق کے لیے اپنا ہر سانس وقف کر دیا تھا۔ آپ عمر بھر شرک و بدعت، کفر و الحاد اور رسُوم قبیحہ کے خلاف مصروفِ جہاد رہے۔ ہزاروں گم کردہ راہ بدعقیدہ لوگ جو شعائرِ اسلام کا تمسخر اُڑاتے تھے، آپ کی بصیرت افروز تقریر و تحریر سے متاثّر ہو کر راہِ راست پر آ گئے اور اب سچے مسلمان کی زندگی گزار رہے ہیں۔ آپ یہ کارنامہ ہر لحاظ سے حیرت انگیز ہے۔

حضرت مولانا احمد علیؒ قَالَ اللّٰہُ وَقَالَ الرَّسُوْلُ کی جیتی جاگتی تفسیر تھے۔ آپ کا اُٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا، کھانا پینا، غرضیکہ ہر عمل اور ہر قول محض رضائے الٰہی و خوشنودیٔ رسُولِ برحق کے لیے تھا۔ آپ کے اقوال و اعمال ملّتِ اسلامیہ کے لیے تا قیامت مشعلِ راہ ہدایت کا کام دیں گے۔ اس لیے ضروری ہے کہ آپ کی زندگی کا ہر پہلو اور زبانِ مُبارک سے نکلا ہُوا ہر قول طالبانِ حق کے لیے محفوظ کر لیا جائے۔

حضرت کے عقیدت مند یہ سُن کر خوش ہوں گے کہ پاکستان کے مشہور ادارۂ طباعت و اشاعت "فیروز سنز" نے اس مایۂ ناز دینی رہنما کے سوانح حیات پر مشتمل ایک مبسوط و مُستند کتاب شائع کرنے کا فیصلہ کیا ہے اور اس گراں قدر کام کے لیے حضرت مولاناؒ سے قریبی تعلّق رکھنے والے ایک اہلِ قلم کی خدمات حاصل کر لی ہیں۔

لیکن ظاہر ہے کہ اس جلیل القدر شخصیّت کی حیات پر قلم اُٹھانا اور اس کی زندگی کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرنا کسی فردِ واحد کی دسترس سے باہر ہے۔ یہ سوانح حیات اسی صُورت میں جامع و مانع ہو سکتی ہے۔ جب کہ وہ تمام علمائے کرام اور صُوفیائے عظام جنھوں نے کسی نہ کسی صُورت میں حضرتؒ سے فیض رُوحانی حاصل کیا ہے اور اُنھیں مولاناؒ کی صحبت میں بیٹھنے، ارشاداتِ گرامی سُننے اور اُنھیں قریب سے دیکھنے کی سعادت نصیب ہوئی ہے، مولاناؒ کی زندگی کے متعلق وہ تمام حالات و واقعات جن کا انھیں علم ہو ارسال کر کے اس کارِ خیر میں مُصنّف سے تعاون کریں۔

حضرت مولاناؒ کے ذاتی خطوط بھی علم و عرفان کا سرچشمہ ہوتے تھے۔ آپ کی سوانح میں آپ کے وہ تمام خطوط بھی شامل کیے جائیں گے جو آپ نے اپنے احباب، تلامذہ، مُریدوں اور مُعتقدوں کو تحریر فرمائے تھے۔ اگر کسی صاحب کے پاس حضرت مولاناؒ کا کوئی مکتُوب گرامی محفوظ ہو تو براہِ کرم ہمیں ارسال فرما دیں۔ انشاء اللہ استفادہ کے بعد بشکریہ واپس کر دیا جائے گا۔

عبیدُاللہ انور
امیر انجمن خدام الدّین
شیرانوالہ دروازہ - لاہور

(فیروز سنز لمیٹڈ لاہور میں باہتمام عبدالحمید خاں پرنٹر مولوی عبیداللہ انور پرنٹر و پبلشر نے چھپوا کر دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع کیا)